

استاذ العُ حیاتِ

مولانا یار محمد بسندِ یالوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب الارشاد

تاج الفقہاء حضرت صاحب زادہ علامہ محمد عبدالحق بسندِ یالوی رحمۃ اللہ علیہ

سوانح و حجاز

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دائر العلوم نعیمیہ، کراچی

تقریر و اضافہ

صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بسندِ یالوی
میڈیکل اسسٹنٹ محکمہ صحت

دائر الاسلام • لاہور

حیات
اُستاذ العلماء فقیہ العصر
مولانا یار محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب الارشاد

تاج الفقہاء حضرت صاحب زادہ علامہ محمد عبدالحق بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ

سوانح نگار

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دائر العلوم نعیمیہ کراچی

تجدید و اضافہ

صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیا لوی
میڈیکل اسٹنٹ محکمہ صحت

دارالاسلام

دکان نمبر ۵، زیریں منزل جیلانی سنٹر، احاطہ شاہد ریان، اردو بازار، لاہور 37361230-042

عرض ناشر

الحمد لله الملك القدوس السلام على دين الاسلام و الصلاة و السلام على النبي الهادي للاسلام و على اله و صحبه و عترته في دار السلام هم الذين جعلوا بسعيرهم دار الكفر دار الاسلام۔ اما بعد

”دار الاسلام، لاہور“ کے احياء تراش علیہ اسلامیہ کے وسیع تر گراں قدر اشاعتی پروگرام میں مجد اللہ القدوس بر عظیم کی کثیر نام و رد آ ورافاضل اہل شخصیات کی بیسیوں تہیوں علی تحقیقی ادبی فی تاریخی نگارشات شامل ہو چکی ہیں، خصوصاً وہ علماء اعلام جن کی یادوں کے نقوش کسی قدر تو زمانے کی دست بروئے مٹا ڈالے، لیکن اپنوں کی غافلۂ اُن کے اختلاف حقوق کی سب سے بڑی جرم وار نہی، اُن کی ذاتی تحریرات کو تحقیق کے نسلیاتی اصولوں اور طہاعت کے عصری تقاضوں کے مطابق شائع کرنا اس وسیع و جلیل منصوبے کا مرکزی نقطہ عمل ہے، ثانیاً وہ مواد جو ان اعیان امت کے سوانح و حوادث زندگی پر مبنی ہو۔ رب کریم زاد فضلہ المسم کو منظور ہوا تو جلد ہی نایاب اور کمیاب قسم کی کتب کی ایک معقول تعداد اہل اسلام کے باذوق حلقے کا خدمت میں پیش کی جائے گی۔ واللہ ولی التوفیق وہ نستعین۔

اس وقت جو کتاب سعید قارئین کے زیر مطالعہ ہے وہ پہلی بار محرم ۱۳۸۹ھ / اپریل ۱۹۶۹ء کو مکتبہ امدادیہ مظہریہ، ہند پال سے چھپی تھی۔ اللہ الحمد اب ۳۴ سال بعد صاحب سوانح حضرت استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیا لوی بھٹنہ کے ۶۶ ویں سالانہ عرس مبارک (بہ اعتبار سنہ ہجری) پر اس کی اشاعت ثانیہ کا متبرک و متشرف موقع نصیب یاد رہا ہے۔

کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشن پر سوانح نگار کی حیثیت سے کسی خاص فرد کا نام رقم نہیں تھا، سرورق پر فقط یہ الفاظ ”بہ حکم مولانا محمد عبدالحق صاحب خلف الرشید استاذ العلماء بندیا لوی بھٹنہ“ لکھے تھے، البتہ بعض قرائن اور مسعود روایات سے پتہ چلتا تھا کہ یہ علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کے رشحات قلم ہیں۔ چنانچہ تحقیق حق کی غرض سے مؤرخہ ۱۸ محرم / ۱۳ دسمبر بہ روز بدھ علامہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
إِنِّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ



فیضان نور علم

امام اشکین صحیح عقائد مسلمین
ابن صوم محمد مارتیدی

امام اعظم علی الاطلاق ابان فیضی
ابو حنیفہ نعمان ثابت کوئی

حضرت اسمانی مجدد الملتانی
احمد فاروقی ہمدانی

غوث اعظم شیخ طریقت
محمی الدین عبدالقادر جیلانی

شیخ الاسلام علی حضرت امام ابی اسحاق
شاہ احمد رضا خاں دہلوی

برکات صوفی فی البید شیخ محقق
شاہ عبدالحق محدث دہلوی

امام ابو حنیفہ

حکیم محمد امجد راکتی
ڈاکٹر ظہور احمد اعظمی
راجا رشید محمود
خواجہ رشیدی حیدر
فطیل احمد رانا

میر کاؤال
حکیم محمد شریف جلالی

صاحب الرشاد: مفتی غلام حسن قادری

۱۰ سلسلہ بیانات

طبع دوم
مخرم ۱۴۳۳ھ
دسمبر ۲۰۱۱ء
قیمت ۸۰ روپے

چشمہ شرقیہ بروایت مسطور

ناشر مجہ رضا احسن قادری

سعیدی دامت برکت سے بہ ذریعہ برقی رابطہ شرف کلام حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جامعہ نعیمیہ لاہور کی تدریس کے ابتدائی عرصے میں یہ کتاب لکھی گئی اور آپ کی تصانیف میں اولیت کا درجہ رکھتی ہے نیز یہ کہ عبارت تمامہ آپ کی انشا کردہ ہے جب کہ آپ کے ایک شاگرد نے اس کی املا کی۔ پہلے ایڈیشن کی تصحیح ملک محمد اکبر خان ساقی صاحب مرحوم نے کی تھی اور ابتداءً لکھا جیسا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے آخر میں مندرج تاثرات میں علامہ سعیدی کے ساتھ ان کی کاوش کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ خصوصی معلومات محققین کے لیے پیش کی گئی ہیں جو اذ حد ضروری تھیں۔

دوسرے ایڈیشن کے لیے جناب صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیا لوی زید مجدد نے خوب تحریک کی اور تعاون فرمایا۔ اپنی تمام تر مصروفیات کو معطل کر کے آں جناب اپنے والد گرامی حضرت تاج الفقہاء علامہ عبدالحق بندیا لوی کے حکم پر لاہور پہنچے اور تین دن رات کی مسلسل کوشش سے کتاب میں مناسب مقامات پر بہتدہ ضروری تجدید و اضافہ کیا جس سے اس کی اہمیت یقیناً دو چند ہو گئی ہے۔ مولانا اشغ علی احمد سندھیلوی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ بھویر، داتا دربار، لاہور) نے حضرت استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد مرتب کر کے عنایت فرمائیں۔

اللہ رحیم و کریم حضرت استاذ العلماء کے علمی و روحانی فیوض سے ہمیں خاص حصہ نصیب فرمائے اور ہماری سعی کو درجہ قبول عطا فرمائے!

محبت العلماء

محمد رضا الحسن قادری

خمیس ۱۹ محرم ۱۴۳۳ھ / ۱۵ دسمبر ۲۰۱۱ء

کتاب ملنے کے پتے

* جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیا لوی شریف تحصیل قائد آباد ضلع خوشاب 6344013-0301

* مکتبہ سلطانیہ رضویہ تحصیل والی مسجد خوشاب شہر

* قاری محمد امین چشتی، غوثیہ مسجد، باغ سرداراں، غزنی روڈ، راول پنڈی 5953850-0345

* مولانا قاضی محمد اقبال قادری، جامعہ مبارکیہ، ڈیفنس، کراچی 2132366-0300

فہرست

7	تجربہ علمی	28
8	پیش لفظ	28
9	آفتاب علم و عرفان کا طلوع	28
9	ولادت باسعادت	28
11	تحصیل علم کے کٹھن مراحل	29
12	کمال ریاضت	29
14	خدا وادلیات	29
15	ہندوستان کا سفر	30
16	اعلیٰ حضرت <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی خدمت میں	30
18	بیعت و اجازت	30
20	مرشد استاذ العلماء فقیہ العصر کا وصال	31
21	وطن مالوف کو واپسی	31
22	مناظرات	31
22	دیوبندی حکیم الامت کا مہبوت ہونا	31
23	مولوی حسین علی کا فرار	31
25	مسئلہ علم غیب اور مقامی مولوی	32
26	مولوی غلام یونس صاحب والی پھر وی	32
26	کے شبہات کا ازالہ	33
26	خود ساختہ شیخ القرآن کا بہرہ دیدار	34

52	مزارِ اقدس	اپنے موقف کی پختگی کا یقین اور اس پر
52	حلیہ مبارکہ	استقلال
53	اخلاق و محاسن	حکم شرعی کے تعین ہے قبل تحقیق احوال
54	معمولات	اور فتویٰ میں احتیاط
56	فقیر العصر استاذ العلماء کی اولاد	ایک دنیا دار کی بیخ حرکت اور فقیر العصر کا
61	کرامات	شرع مطہر کا تحفظ
75	جامعہ امدادیہ مظہریہ، ہندیاں	عمر کے اخیر حصے میں بھی دینی امور کے لیے
76	جامعہ مظہریہ امدادیہ کے صد سال	جواں جذبہ
76	جامعہ کی نشاۃ ثانیہ	ملک محمد امیر خاں ذیلدار کا اندازِ محبت
77	فضلاء جامعہ	ریاست ٹوئنگ کے نواب کی قدر دانی
79	پرنسپل کوہ جامع مسجد	شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی
80	شجرہ طیبہ خاندانِ چشتیہ صابریہ	والہانہ عقیدت
82	استاذ حضرت فقیر العصر رحمہ اللہ	اعلیٰ حضرت گوڑدی کی خدمت میں
83	استاذ العلماء فقیر العصر علماء و مشاہیر کی	حاضری اور آپ کا خیر مقدم
93	نظر میں	آفتابِ علم و عرفان کی ضیاء باریاں
93	نذرانہ عقیدت	تاثیر و عظم
93	ریحانِ عقیدت	تلامذہ
94	گلِ عقیدت	تحریر پاکستان میں حصہ
		آفتابِ علم و عرفان کا غروب



گلِ دستہ عقیدت

بہ حضور

فقیر العصر قبلہ استاذ العلماء مولانا یار محمد ہندیاں لوی رحمہ اللہ

از نتیجہ فکر

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطاء محمد ہندیاں لوی رحمہ اللہ

شده او را ید طولی بہ منقول
بدہ در مرتبہ اولی بہ معقول
دش روشن ز انوارِ الہی
بیانش گنج اسرارِ الہی
وَ اِنْ غَابَ وَ لٰكِنْ ضَوْفِشَاں مٰند
سراج صد ہزاراں زونشاں مٰند
ہمہ عمرش بہ زہد و اتقا رفت
عطا گوید بہ عشقِ مصطفیٰ رفت

رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی

پیش لفظ: زعمہ قومیں اپنے جلیل القدر رہنماؤں اور بزرگوں کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتی ہیں اور جو قومیں ایسا کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں وہ موت کے بے رحم ہاتھوں میں آکر اس دنیا سے ایسے مٹ جاتی ہیں جیسے ان کا وجود بھی نہیں تھا۔

زیر نظر کتاب اُس مرد مجاہد کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جسے دنیا استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیا لوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام نامی واسم گرامی سے جانتی ہے۔ علوم و ہدیہ کے اس چراغ نے اپنی ضیاءوں سے ہر صغیر پاک و ہند کو منور فرمایا وہ ارض بندیاں پر اب رحمت بن کر برسا اور اسے سرسبز و شاداب کیا۔ وہ اس علاقہ میں وہابیت کے خس و خاشاک کے لیے سیلاب، نجدیت کے ایوانوں کے لیے زلزلہ اور حق کے متلاشیوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ مولانا یار محمد صاحب کے متعلق مختصر طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ عادتاً خوش گفتار، مزاجاً ملن سار اور فی الجملہ باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ فقر و استغنا کی سلطنت کے تاج دار تھے۔ ان کے چہرہ سے شہنشاہوں کی بے نیازی چمکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے سامنے کسی بڑے سے بڑے دنیا دار انسان کو ناحق بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ان کی زبان میں اثر بھی تھا اور گداز بھی اُن کی نئے میں سوز بھی تھا اور ساز بھی اُن کے زم زموں میں عشق بھی تھا اور پرواز بھی بلکنہ یوں کہیے کہ ان کے ہاں ناز بھی تھا اور نیاز بھی اُن کی نگاہوں میں ذوالفقار کی چمک تھی چہرہ پر ابو ذر کا استغنا تھا طبیعت میں حیدری فقر تھا چال و حال میں عثمان غنی کا حیا اور لب و لہجہ میں عرفا و روق کا وقار تھا۔

عربی میں ایک کہاوٹ ہے کہ حسن وہ ہوتا ہے جس کا سونوں کو بھی اعتراف ہو۔ مولانا یار محمد صاحب کے مخالف بھی ان کی علمی و جاہت اور دیانت کا اعتراف کرتے ہیں اور یہ اعزاز کسی بھی شخص کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس اعزاز کے پانے والے مرے کامل کے حالات آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

زیر نظر کتاب مظہر استاذ العلماء حضرت العلامة الحاج صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ ابن استاذ العلماء بندیا لوی مرحوم کے فرمان پر تریب دی جا رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیک بندے کے طفیل ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرما کر اپنی رحمت دائمی کا ذریعہ بنائے اور اپنے فضل خاص سے نواز کر مقبول عام فرمائے۔ آمین!

طالب دُعا: خادمِ علمائے حق محمد اکبر ساقی اتر ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن تحفظ ناموس رسالت

ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ - قائد آباد ضلع سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آفتاب علم و عرفان کا طلوع

۔ عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تازہ بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

زمین اپنی بقا میں اہل اللہ کی محتاج ہے۔ فلک اپنے قیام میں صالحین کا محتاج ہے۔ ارض و سما کی یہ بستی وجود و تقیہ سے عبارت ہے اس لیے عالم کا ذرہ ذرہ کالمین کے لیے تڑپتا ہے۔ عبادِ مکر میں کے لیے دُعائیں مانگتا ہے۔ خدائے لم یزل سے رحمت کی بھیک طلب کرتا ہے۔ پھر جب یہ دُعائیں باریاب ہوتی ہیں تو مولائے کائنات کسی مرد حق کو پیدا فرمادیتا ہے اور اس طرح ظلم و عدوان کی ویرانیاں اطاعت و اقتال کے نخلستانوں سے بدل جاتی ہیں۔ جو لوگ علمائے اہل سنت سے ارتباط رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ آج میدان تحقیق میں امتیاز رکھنے والے چوٹی کے تمام علمائے بلا واسطہ یا بالواسطہ فقیر العصر استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ بہت سے درویشانِ خدا ایسے بھی ہوتے ہیں جو شہرت کی نگاہوں سے چھپ کر گوشہ گم نامی میں معرفت کی زندگی گزار دیتے ہیں اور نام و نمود کے افشا کے ہر سبب سے دور رہتے ہیں۔ قبلہ بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تمام عمر حکمت و معرفت کے مسلسل فیضان کرتے رہنے کے باوجود تاریخ کی نگاہوں سے بچتے رہے، لیکن جب کہ علم کی اس بھری پُری دنیا میں آپ کے خوشہ چینوں نے تحقیق و تدقیق سے بل چل مجاہدی تو تجسس کی نگاہ نے فیض کے اس منبع کو آخر ڈھونڈ ہی لیا۔ جو ان تمام فضلاء کے درمیان مشترک ہے۔

ولادت باسعادت:-

تھل کے اس دور افتادہ اور پس ماندہ علاقہ کے قدیمی قصبہ بندیاں میں ایک بزرگ حضرت میاں شاہ نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور زمانہ ولی تھے ان کی ذات گرامی دور و نزدیک کے تمام علاقوں

کے لیے مرجع عقیدت تھی۔ لوگ دینی اور دنیاوی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک عالم آپ کے فیض سے مستفید ہو رہا تھا۔

مشہور روایت ہے کہ آپ کے گھر کے سامنے ایک درخت تھا جس کے نیچے اگر طاعون زدہ مریض کی چار پائی رکھ دی جاتی تو وہ فوراً ٹھیک ہو جاتا اور دنیا کا علاج مریض اس روحانی علاج کے ذریعہ شفا حاصل کر لیتا۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بچپن میں ایک دفعہ میں رات کے وقت قبلہ والد صاحب کے ساتھ بند یال کے شرقی جانب (جو کہ غیر آبادی تھی) آ رہا تھا۔ اچانک ہمارے سامنے ایک گدھا نمودار ہوا جو ہمارے آگے آگے چلتا رہا اور کچھ دور جا کر وہ غائب ہو گیا، پھر ایک سیاہ کتا سامنے آ گیا اور کچھ دور ہمارے آگے چلتا رہا، بالآخر وہ بھی غائب ہو گیا۔ گھر آتے ہی والد صاحب کو بخار ہو گیا۔ قبلہ دادا صاحب حضرت میاں شاہ نواز صاحب اس وقت زندہ تھے۔ ان کی خدمت میں قبلہ والد صاحب نے قصہ بیان کیا تو قبلہ دادا جی نے فرمایا کہ خوف اور فکر کرنے کی کون سی بات ہے۔ یہ بھلو نامی ایک جن ہے جس کا فلاں جگہ پر ٹھکانا ہے۔ اس نے تمہارے ساتھ تسخیر کیا ہے۔ چناں چہ انھوں نے دم کیا اور والد صاحب تن درست ہو گئے۔ اور لوگوں میں مشہور تھا کہ جناب قبلہ میاں شاہ نواز صاحب کے کثیر جن حلقہ بہ گوش ہیں۔ چناں چہ جب چھوٹے بچے ڈر جاتے یا کسی کا جانور بیمار ہو جاتا تو لوگ آپ کے چوہے سے راکھ لے جاتے اور اسی سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادیتا۔ چناں چہ اب تک یہی عادت جاری ہے کہ اگر بچوں کو دورہ پڑنے لگ جائے اور ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیں یا بھیڑ بکری چکر کھانے لگ جائیں، منہ سے جھاگ بہنا شروع ہو جائے تو لوگ اب بھی چوہے کی راکھ لے کر استعمال کرتے ہیں اور شفا حاصل کرتے ہیں۔ اسی قسم کی دیگر کرامات کے سبب آپ کی ذات لوگوں کے لیے عقیدت کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ انھی بزرگ کے ایک صاحب زادے تھے جن کا نام نامی میاں محمد سلطان صاحب تھا۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء ۱۸۸۷ھ میں میاں محمد سلطان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے جس فضا میں آنکھ کھولی وہ فضا شریعت و معرفت سے بھر پور تھی۔ آپ کے بچپن کا زمانہ بڑا سادہ تھا۔ آپ کے ہم عمر بچے جب کھیل کود میں مشغول ہوتے تو اس وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہوتے۔ لہو و لعب سے دلی نفرت تھی۔ ذہن اور حافظہ غضب کا پایا تھا جب چھ

سال کی عمر ہوئی تو آپ کے والدین نے حفظ قرآن کی تحصیل کے لیے آپ کو موضع پکہ ٹھنبرہ ضلع میاں والی میں بھیج دیا جہاں آپ نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ حفظ قرآن کی منزل کو طے کر لیا پھر ایک مقامی عالم کے پاس نظم فارسی پڑھی۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب سبق پڑھتے جاتے تو سر اور چہرہ پر چادر ہوتی تھی۔ صرف آنکھیں ظاہر ہوتی تھیں۔ نیچے دیکھتے جاتے اور کسی طرف التفات نہ فرماتے تھے۔ فارسی کے بعد مولوی محمد امیر صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف قانونیہ محمد امیری) جو کہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے ان سے صرف دعو کے علاوہ کافی کتب دیدیہ پڑھیں۔

تحصیل علم کے کٹھن مراحل:-

اللہ تعالیٰ نے اس گویہر کیلک کی آب یاری کے لیے عظیم الشان اصداف کو مامور کیا کہ جن کی آغوش میں اس دُر شہوار نے منازل عروج طے کیں۔ موضع پنجائن ضلع جہلم میں مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہائش پذیر تھے جو کہ شیعہ علم کے پردانوں کے لیے ایک مرکز کی حیثیت رکھتے تھے اور خصوصاً ”الفیہ ابن مالک“ کی تدریس میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جب حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء نے ان کا شہرہ سنا تو آپ ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ جو کہ آپ سے ”سکندر نامہ“ پڑھتا تھا، ”الفیہ ابن مالک“ کی تحصیل کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ یہ ۵۶ ہجری کے مشہور قحط کا زمانہ تھا جس میں گندم کا ایک ایک دانہ گویہر نایاب کی حیثیت رکھتا تھا اور بھوک کے سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ ادھر آپ کا شوق بڑھتا جا رہا تھا۔ مولانا ثناء اللہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے اور اپنا مدعا ظاہر کیا تو انھوں نے بہ وجہ قلت طعام درس میں شامل کرنے سے انکار کر دیا، لیکن جن کا مقصد حیات علم حاصل کرنا ہو وہ کھانے پینے کی کچھ ایسی پروا نہیں کرتے۔ آپ عزم کے ایک پہاڑ تھے۔ لہذا وہ مایوس ہونا تو جانتے ہی نہ تھے۔ قریب کی دوسری مسجد میں ڈیرہ ڈال لیا۔ دو چار آنے کی کل کائنات پاس موجود تھی۔ دو پیسے کا پیاز اور دو پیسے کا گڑ لیا۔ پیاز چٹوں سمیت کوٹ کر اس میں گڑ ملا کر کھا لیتے۔ اسی پر صبر کرتے ہوئے کتنے دن اسی مسجد میں گزار دیے۔ آپ فرماتے تھے کہ چوں کہ قحط سالی کا زمانہ تھا، ہم کو روٹی وغیرہ تو کسی نے نہ دی لیکن ایک سفید پوش شخص نے جو اہل محلہ میں سے تھے ہم سے پوچھا کہ تم کس مقصد کے لیے یہاں ٹھہرے ہو؟ میں نے تمام ماجرا

بیان کیا کہ بڑے دُور دراز علاقہ سے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کا شرف تلمذ حاصل کرنے آیا تھا، لیکن قبلہ استاذ صاحب نے ہمیں جواب دے دیا ہے کہ میرے پاس جگہ نہیں ہے، اب واپس جانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ شخص مذکور پر اس بات کا بڑا اثر ہوا اور وہ فوراً مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ نے مفت خوروں کو ٹھہرایا ہوا ہے اور جو اتنا شوقین طالب علم ہے وہ تقریباً نصف ہفتہ سے فاقہ برداشت کر کے صرف اسباق کے لیے ٹھہرا ہوا ہے۔ اسے آپ نے جواب دے دیا ہے۔ یہ سننے کے بعد مولانا صاحب نے مجھے بلایا اور اسباق شروع کرادیے۔

کمال ریاضت:-

پنجاب کے قیام کے دوران آپ کی عادت تھی کہ رات کو سبق یاد کرتے وقت اپنی پگڑی ایک ٹانگ کے نیچے سے گزار کر سر سے باندھ لیتے تاکہ نیند آنے کی صورت میں جھٹکا لگے گا اور آنکھ کھل جائے گی۔ ایک رات اسی طرح آپ سو گئے اور جب استاد صاحب نے آپ کو اس عالم میں دیکھا تو طلباء سے پوچھنے لگے کہ بھائی! اس کو کس نے باندھ رکھا ہے؟ تو لڑکوں نے بتایا کہ قبلہ! ہم میں سے تو کسی نے نہیں باندھنا یہ خود ہی اپنے آپ کو اس طرح باندھ لیتا ہے۔

حضرت صاحب زادہ مولانا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے حالات کا کتمان فرماتے تھے۔ خواہ مخواہ بغیر مقصد کے اپنا کوئی واقعہ بیان نہ فرماتے تھے بلکہ جب کوئی خاص مقصد ہوتا تب بیان فرماتے۔ مثلاً مجھے سبق پڑھاتے وقت تحصیل علم کی طرف رغبت دلانے کے لیے گاہے گاہے اپنی طالب علمی کا کوئی قصہ بیان کرتے اور فرماتے کہ ہم نے تو علم بڑی بڑی مشکلات کو برداشت کر کے حاصل کیا ہے، تم گھر بیٹھے ناز و نعمت میں ہو۔ مجھ سے جس وقت پڑھو جتنا پڑھو میں پڑھانے کو تیار ہوں۔ ہماری تو یہ حالت ہوتی تھی کہ جب میں پنجاب میں مصروف تعلیم تھا تو چوں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب حکمت کا کام کرتے تھے، آپ کا ایک گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر آپ گرد و نواح کے مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور اس گھوڑے کے چارہ نہ دے کر انتظام ہمارے ذمہ تھا چوں کہ وہ گھوڑا بڑا نحیف و لاغر تھا اور اس کی پیٹھ ڈھکی تھی تو کوئے اس کی آواز نہ کر پتے اور اس کو تنگ کرتے ہم سبق پڑھ کر باہر کھیتوں میں گھوڑے کو چراتے رہتے۔ اس کی آواز نہ ہوتی تھی کہ بھائی! یہ بھی کرتے، لیکن کوئے چوں کہ بڑا عیار و خبیث جانور ہے اس سے

گھوڑے کی نگہداشت کرنے میں ہمیں کافی تکلیف ہوتی ہمارا ہر روز کا یہی معمول تھا۔ وہیں کا رہنے والا ایک میراثی تھا جب اس نے ہماری یہ حالت دیکھی تو اس کو رحم آگیا اور کہنے لگا کہ مجھے کم زور و لاغر گھوڑے کی چنداں ضرورت تو نہ تھی تاہم آپ کے استاد صاحب سے میں یہ گھوڑا خرید کر آپ کو نجات دلا دوں گا۔ چنانچہ اس میراثی نے ایک دن نہایت اچھے دام دے کر وہ گھوڑا خرید لیا۔ اسی ضمن میں ایک دن فرمایا کہ کئی دفعہ ہم جب سبق پڑھنے کے لیے قبلہ استاذ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انھیں کسی مریض کو دیکھنے کے لیے باہر جانا ہوتا تو قبلہ استاذ صاحب گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور ہم طالب علم ساتھ پیدل چل پڑتے اور سفر بھی طے کرتے جاتے اور سبق بھی پڑھتے۔ لیکن چوں کہ ہمارا مقصد حصول علم تھا اس لیے ہم یہ تمام صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور بالکل طبیعت میں کسی قسم کا ملال نہ آتا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر طالب علم کو علی ذوق و شوق ہونا چاہیے اور ہر وقت اپنا مطلق نظر علم کو سمجھنا چاہیے اور اس کے سوا دیگر خواہشات کو خاطر میں نہ لانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں مدرسہ فتح پوری دہلی میں پڑھتا تھا تو ایک دن دیگر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ ہم دہلی کی جامع مسجد دیکھنے جا رہے ہیں، تم بھی ہمارے ساتھ چلو امیں نے کہا: مجھے اسباق سے فراغت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ پھر جمعہ کا پروگرام رکھ لیتے ہیں، اس دن تو اسباق کی تعطیل ہوگی۔ میں نے کہا: مجھے جمعہ کو بھی فرصت نہیں ملتی کیوں کہ میں جمعہ کے دن پچھلے ہفتہ کے تمام سبق دھراتا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو کتابیں از بر تھیں، مختلف حواشی اور شروح نادرہ کی تحقیقات آپ کے ذہن القدس میں موج زن تھیں۔

ایک دن بندہ نے اڑاوا ناؤ فرزند اندہ عرض کیا کہ حضور! بعض اوقات الفیہ اور دیگر کتب میں آپ بہت مفصل اور طویل تقریر فرمادیتے ہیں جس کا ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مطالب و معانی دیگر بڑی کتابوں میں آجاتے ہیں ان میں پڑھ لیں گے۔ اس وقت اتنی ربط و شرح کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے معمولی تبسم کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات نہیں۔ میں جن کتابوں کی تقریر کرتا ہوں تجھ کو وہ کتابیں عمر بھر دیکھنی بھی نصیب نہ ہوں گی۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کا عظیم کام لینا تھا اس لیے حافظہ غضب کا عطا فرمایا تھا اسی لیے تو تحقیقات نادرہ ہر وقت آپ کو متحضر ہوتیں۔ آپ اسباق کی تقریر کو قلم بند کرنے کے

مخالف تھے اور فرماتے تھے کہ سبق کی تقریر تحریر کر لی جائے تو اس تحریر پر اعتماد ہو جاتا ہے اور سبق بھول جاتا ہے۔ لہذا اسباق کو ازبر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں عرض کرتا کہ ہم آپ جیسا حافظ کہاں سے لائیں!! آپ اپنے ذہن و دماغ پر سب کو قیاس فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ پنجائن میں قیام کے دوران میں ہر رات الفیہ کو ابتدا سے اخیر تک دہراتا۔ نیز فرماتے تھے کہ اگر طالب علم ہفتہ تک ہر سبق کو دہراتا رہے تو اس طرح اس کو کتاب یاد ہو جائے گی۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب آپ نے جمعہ کے دن کی بھی ساتھیوں کے سامنے معذرت کی تو وہ سب مجبور ہو گئے بالآخر عید کے دن ہم سب گئے اور جامع مسجد دہلی کی زیارت کی۔ سبحان اللہ۔ تحصیل علم میں آپ کو کس قدر تو غل اور یک جہتی تھی۔ اس قلبی شغف اور یکسوئی کی بدولت ایک وہ دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم منصب پر فائز کیا۔ سچ ہے:

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

سرخ زد ہوتا ہے انسان ٹھوکر میں کھانے کے بعد

علمی جذبہ سے متعلق ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تحصیل علم میں کمال ریاضت کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ طالب علمی کے زمانہ میں میں میں پشاور گیا۔ سردی کا موسم تھا اور سردی زوروں پر تھی۔ میں رات کو ایک مسجد میں ٹھہرا۔ معمولی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ایک پٹھان طالب علم کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر مصلیٰ لیے ہوئے مسجد کے صحن میں تمام رات ”کافیہ“ کی یہ عبارت پڑھتا رہا:

”الضمیر لا یوصف ولا یوصف بہ“

میں اُس کے اس انہماک سے بڑا متاثر ہوا۔ دورانِ تعلیم جو شخص محنت و جاں فشانی سے کام لیتا ہے کام یابی و کام رانی سے ہم کنار وہی ہوتا ہے۔ کیوں کہ

نای کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سوار جب عقیق کٹا تب نگین ہوا

خدا داد لیاقت :-

جس محنت اور جاں فشانی سے حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء نے تحصیل علم کا آغاز کیا تھا اور ان تھک لگن سے رات دن اس میں کوشاں رہتے تھے اس کا قدرتی ثمرہ یہ تھا کہ آپ کو دیگر طلباء سے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ پنجائن میں ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ محو کی مشہور کتاب ”

عبد الغفور“ پڑھنے والے ایک طالب علم نے آپ کی ظاہر نہ سادگی اور وضوح کو دیکھ کر ازراہ تسخر کہا کہ یہ بھی کوئی طالب علم ہے!! باقی طلباء نے اسے سمجھایا کہ تم اس کے ظاہری سادہ لباس کو نہ دیکھو، علمی بحث میں تم اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکو گے۔ مگر اس نشہ گیر میں جو طالب علم نے اور زیادہ پھبتیاں کسنی شروع کر دیں۔ آخر آپ نے اس سے پوچھا کہ بھلا بتلاؤ تو مفعول فیہ کا عامل کتنی جگہ وجوہ حذف ہوتا ہے؟ تو جواب میں اس نے مفعول بہ کے عامل کے مقام حذف بیان کرنے شروع کر دیے جس پر آپ نے اس کا ردِ بلیغ فرمایا۔ وہ ایسا شیطاں کہ ساری شبی دُور ہو گئی اور حیرت سے آپ کا منہ ٹکٹنے لگا۔

آپ نہایت ذکی و فہیم تھے۔ حافظ اس قدر مضبوط تھا کہ ”کافیہ“ کی ”رضی“ جیسی عظیم شرح آپ کو زبانی یاد تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ لڑکوں نے کہا کہ کوئی اندھیرے میں کتاب پڑھ سکتا ہے؟ اگر کسی میں اس امر کی طاقت ہے تو وہ ”رضی شرح کافیہ“ پڑھے۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ اسے میں پڑھوں گا چونکہ آپ کو یہ کتاب زبانی یاد تھی اس لیے آپ اندھیرے میں مسلسل کتاب پڑھتے رہے۔ چنانچہ تمام لڑکوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ یہ اندھیرے اُجالے میں یکساں طور پر کتاب پڑھ سکتے ہیں۔

ہندوستان کا سفر :-

تحصیل علم کی نشی بہ تدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ جس قدر آپ سیراب ہوتے جاتے تھے تشنگی اتنی ہی بڑھتی تھی۔ آپ نے اس دوران کئی قابل اور مشہور اساتذہ سے استفادہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مذکور کے علاوہ مولانا محمد امیر صاحب دامانی اور مولانا غلام احمد صاحب حافظ آبادی (کوٹ اسحاقی) سے خوش چینی کرتے ہوئے مزید تحقیقات کا شوق لیے ہندوستان کی مشہور درس گاہوں کا رخ کیا اور عروس البلاد دہلی کی جامع مسجد فتح پوری کی درس گاہ میں داخل ہو گئے اور پڑھائی شروع کر دی۔

آپ فرماتے تھے کہ اس مدرسہ کے قریب ایک باغ تھا۔ جب دوسرے طلباء سیر و تفریح کی غرض سے شہر کو جاتے تو میں اس باغ کے کسی درخت کے نیچے محو مطالعہ ہو جاتا حتیٰ کہ جمعۃ المبارک کے دن بھی کتابیں لے کر وہیں مطالعہ کرتا رہتا۔ اسی مدرسہ کے مہتمم ہر روز غم پر سوار ہو کر اس

طرف سے گزرتے اور مجھے مطالعہ کرنے کی حالت میں دیکھتے جب کہ مدرسہ کے دیگر طلبہ کھیل کود اور تفریح میں مشغول ہوتے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق علم نہیں تھا کہ یہ ہمارے مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ ایک دن خلاف معمول انھوں نے غم غم ٹھہرایا اور میرے پاس آکر پوچھنے لگے کہ تم کس مدرسہ کے طالب علم ہو؟ میں نے انھیں اپنا نام اور مدرسہ کا نام بتا دیا۔ اس سے قبل ہمیں مدرسہ کی طرف سے ہر مہینے دو روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔ اس مہینے میں میرے وظیفہ کی رقم بڑھا کر چار روپے کر دی گئی اور یہ حالت اس وقت تک بہ دستور رہی جب تک کہ میں اُس مدرسہ میں زیر تعلیم رہا چنانچہ مجھے چار روپے اور باقی طلباء کو دو روپے وظیفہ ملتا رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس وظیفہ کی رقم سے کافی کتابیں خرید کر لیں۔

اسی طرح دہلی میں ایک کاپلی پٹھان میوہ کی دکان کرتا تھا۔ اس نے مجھے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر کچھ پیسے دیے کہ ان کے کپڑے لے لو لیکن میں نے اس رقم کی بھی کتابیں خرید لیں۔ پٹھان مذکور نے جب مجھے انھی کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو میرے استاذ صاحب سے پوچھا کہ اس طالب علم کو کپڑوں کے لیے پیسے دیے تھے اس نے کپڑے نہیں بنوائے تو استاذ محترم نے فرمایا کہ طالب علم کپڑوں کی نسبت کتابوں کا زیادہ شوقین ہے اور لباس پر کتابوں کو ترجیح دیتا ہے۔ بعد ازاں اس پٹھان نے خود کپڑے سلوا کر مجھے دیے وہ بھی میں نے بیچ دیے اور حاصل کی ہوئی رقم سے کتابیں خرید لیں۔

جب مدرسہ میں امتحان ہوا تو ممتحن حضرات آپ کی لیاقت و قابلیت دیکھ کر دنگ رہ گئے مگر ساتھ ساتھ انھیں آپ کے لباس کی بوسیدگی اور شکستہ سامانی کو دیکھ کر حزن و ملال بھی ہوا اور انھوں نے منتظمین مدرسہ سے کہا کہ جو طالب علم اس سارے مدرسہ کی لاج ہے اس کے ساتھ آپ نے یہ بے اتفاقی اور بے توجہی کی ہوئی ہے تو انھوں نے ممتحن کو بتایا کہ اس طالب علم کا مزاج انوکھا ہے۔ اس کی فطرت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے کتب خانہ کو دیکھ لیں وہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے اور وہی اس کا زینت سراپا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں :-

آپ کی طبیعت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دالہا نہ لگن بس رہی تھی اور عشقِ مدینہ کی جو مستی

دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی یہ اس کا ہی اثر تھا کہ آپ نے تحصیل علم کے دوران ایسے اساتذہ کو پختا جن کا جسم ہند میں تھا اور روح روضہ انور کی جادوب کشی کرتی تھی۔ آپ کو جہاں کہیں بھی کسی محبت رسول عالم دین کی خبر پہنچتی آپ وہیں جاتے پھرتے۔ بریلی شریف میں جو محبت رسول کا گلستان کھلا ہوا تھا۔ جہاں عشقِ نبی کے گلاب مہکتے تھے، مدحت رسول کے گلے دتے سجائے جاتے تھے، فضاؤں میں منقبتِ نبی کے نغمے گونجتے تھے، جب اس باغ کی خوش بوئیں آپ کے دماغ تک پہنچیں تو دل بے تاب ٹھہر نہ سکا، روح مضطرب ہو گئی، آپ بے اختیار اس کوچے میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مرنے کا درس دیا جاتا تھا، نگاہوں سے دلوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھری جاتی تھیں، بریلی کے درو دیوار سے وارثی رسول کی خوش بو آتی تھی۔ آپ وہاں بہ صد ادب و نیاز پہنچے اور اس در پر حاضر ہوئے جس کے سینے میں سوز و گداز اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پرتو تھا، آنکھوں میں جامی کی التھاؤں کا انداز تھا، دل میں تڑپ صدیق کی جھلک تھی، ماتھے کی وسعت پر رازی کا گمان ہوتا تھا، چہرہ کی سادگی سے رومی کا چاہ و جلال نکلتا تھا غرض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کیا تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے عشاق کی پریشان ادائیں ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں۔ فقیہ العصر استاذ العلماء نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور سراپا دید ہو گئے پھر دل تمام آرزو بن کر گویا ہوا کہ کچھ استفادہ کا موقع حاصل ہو مگر وہ وقت کچھ ایسا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت طویل تھی، تدریس کے لیے مزاج سازگار نہ تھا۔ آپ نے مجاہد اعظم مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مرحوم کے مایہ ناز تلمیذ رشید مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری کی طرف راہ نمائی کی۔ آپ ان کے درس میں پہنچے اور جملہ فنون کی ان سے دوبارہ تکمیل کی اور قدما کی کتابیں مثلاً افق المسبین، شرح اشارات اور جدیدہ و قدیمہ ان سے پڑھیں۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف ”بہارِ شریعت“، بعض اسباق میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء کے ہم درس رہے ہیں۔ علماء کو مولانا فضل حق خیر آبادی سے منسوب ہونے میں بڑا فخر حاصل ہوتا ہے اور وہ کئی کئی واسطوں سے مولانا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ فقیہ العصر استاذ العلماء کے لیے کتنا قابل فخر اعزاز تھا کہ آپ کے اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا۔ آج کل عام لوگ درس نظامی کی تکمیل کو آخری سند گردانتے ہیں۔ لیکن آپ نے درس نظامی ختم کر کے تقریباً سات آٹھ سال حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب کی خدمت میں لگائے۔ اعلیٰ حضرت کو ایک قابل

استاذ علمائے کی ضرورت تھی اور مولانا ہدایت اللہ خان مرحوم کی طرف تحریر فرمایا تو مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کی نگاہ نے حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء کا ہی انتخاب کیا۔ مگر آپ کے دل میں اپنے استاذ کی محبت اور عقیدت کچھ اس طرح گھر کر چکی تھی کہ آپ نے اپنے استاذ کی چوکھٹ کے مقابلہ میں درس و تدریس کے مسند کو قبول نہ کیا۔ آپ چوں کہ مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب کے تمام شاگردوں میں سے زیادہ معتد علیہ تھے اور ان کو آپ کی ذات پر مکمل اور پورا وثوق تھا۔ اس لیے ان کے وصال کے بعد اراکین مدرسہ کی نگاہ انتخاب نے جانشینی کے لیے آپ ہی کو چنا۔ چنانچہ کچھ عرصہ آپ نے وہاں رہ کر دینی خدمات سرانجام دیں۔

استاذ الکمل مولانا ہدایت اللہ خان صاحب نہایت متقی اور عاشق رسول تھے۔ اس وقت آپ کا مشاہیرہ صرف ایک سو روپہ تھا، لیکن سخاوت و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ہر مہینہ میں محفل میلاد النبی کا انعقاد کرتے اور اس محفل کے لیے قرض لینا پڑتا اور آپ کی جلالت علمی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحب زادہ مولانا عبدالحق خیر آبادی نے تکمیل علوم آپ ہی سے کی تھی۔

بیعت و اجازت :-

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے جہاں ہندوستان کی عظیم دینی درس گاہوں کے اعظم فضلا سے علوم ظاہری کی تکمیل کی وہاں فقرائے ہند کی قلب جگر و شکار کرنے والی نگاہوں سے جذب و مستی بھی لی اور اخلاص کے مصلے پر بیٹھنے والے خرقہ پوشوں سے روحانی فیوض و برکات بھی حاصل کیے۔ آپ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے حصول کی خاطر مقتداۓ زمانہ مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ کے خلیفہ حجاز اعظم حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین صاحب رحمہ اللہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست اقدس پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے اور اڑھائی سال تک شیخ کامل کی بارگاہ عالی میں رہ کر تصوف کی اکثر کتابیں سبقاً پڑھیں اور سلوک کے منازل و مراتب بھی طے کیے۔ آخر اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

حضرت مولانا صوفی محمد حسین صاحب کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ وہ مسٹر شد کو تب بیعت

فرماتے جب کہ وہ تین سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کا عزم مصمم کر لے۔ اس عرصہ میں تجرید و تقرید اور مراتب تصوف کی تقریر فرما کر مراقبہ کے ذریعے منکشف فرمادیتے۔ سال اول کے بعد آپ خود طالب کو حسب استعداد آئندہ یا اسی سال کی تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرمادیتے۔

مولانا احمد حسن صاحب کان پوری رحمہ اللہ جنھوں نے درس نظامی کی مشہور کتاب ”حمد اللہ“ پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے، اپنی مثنوی کے حاشیہ میں متعدد مقامات پر حضرت شیخ کامل صوفی محمد حسین صاحب رحمہ اللہ آبادی کے فرمودہ مطالب نقل کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ جب مجھے قبلہ پیر و مرشد کے کاشانہ اقدس پر جو کہ مسجد سے متصل تھا جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں بجز چائے کی پیالیوں مٹی کے کوزے اور ایک مسواک کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ گھر کا یہ کل انا شد دیکھ کر فرمان نبوی ”مَنْ فِي الدُّنْيَا كَانَتْكَ غَرِيبٌ أَوْ غَابِرٌ سَبِيلِي“ کے اکتال کا یقین ہو گیا۔

اسی طرح یہ بھی اکثر حضرت ہندیا لوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ انگریز واکس رائے ہند کا اہل آباد شریف کی طرف دورہ تھا۔ اس نے حضرت قبلہ پیر و مرشد کی شہرت سن کر زیارت کا قصد کیا۔ خدام آستانہ کو جب معلوم ہوا تو دوڑ کر حضرت صاحب کو اطلاع دی لیکن آپ بہ دستور مطمئن بیٹھے رہے۔ واکس رائے سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پھر نہ جانے کس جذبہ کے تحت کہنے لگا کہ میں کچھ جائداد لنگر کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کمال شان بے نیازی سے جواب دیا کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ جب وہ انگریز وہاں سے رخصت ہوا تو لوگوں کو کہنے لگا کہ اس شخص نے اللہ کو پہچانا ہے۔

۔ مدینہ کے گد ادیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر

بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا ولایت حسین صاحب نے چند کتب نحو حضرت فقیہ العصر سے پڑھی ہیں۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء کا خاندان بھی چوں کہ رشد و ہدایت کا منبع تھا اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد ماجد مجھے ملنے کے لیے اہل آباد شریف لے گئے جب آپ کو علم ہوا کہ حضرت فقیہ العصر نے یہاں بیعت کر لی ہے تو زرا ناراض ہوئے، لیکن جب مولانا اہل

آبادی کی زیارت کی تو خود بھی بیعت کی التجا کی۔ چون کہ حضرت مولانا الہ آبادی کی بیعت کے لیے اڑھائی تین سال رہنا شرط تھا۔ اس لیے آپ نے بیعت سے معذوری کا اظہار فرمایا کہ بابا آپ اتنی مدت یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔

مرشد استاذ العلماء فقید العصر کا وصال:-

حضرت قبلہ صوفی محمد حسین الہ آبادی علیہ الرحمۃ والغفران نے ۸ رجب ۱۳۲۲ھ/۱۹ ستمبر ۱۹۰۴ء کو اس جہان فانی سے سفر آخرت اختیار کیا جس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ نواب سرور جنگ کے مکان پر جو احاطہ درگاہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں واقع ہے، سامع کا جلسہ منعقد ہوا آپ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ آستانہ مبارکہ کے قوالوں نے قطب العالم حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی یہ غزل شروع کی:

آستیں بہ رخ کشیدی ہم جو مکار آمدی بعد ازاں بلبل شدی بانالہ و زار آمدی
شور منصور از کجا و دایر منصور از کجا خود زدی بانگ انا الحق بر سر دار آمدی
گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا خود بہ خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

ادھر قوالوں کی زبان پر ایک مرد سالک کا کلام جاری تھا اور ادھر حضرت قبلہ پیر و مرشد پر کیف و وجد کی حالت طاری تھی۔ خصوصاً جب قوالوں نے آخری مصرع کو بار بار دہرایا تو آپ پر اس طرح وجد طاری ہوا کہ جیسے کسی نے تلوار کا بھرپور وار کیا ہو، آپ مرغ بھل کی طرح بے تابانہ تڑپ رہے تھے، عین اسی حالت میں آپ کی روح نفس غرضی سے پرواز کر کے خالق کائنات کے پاس جا پہنچی، جہاں سے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور دنیا کی زندگی جس کی ابتدا ہوتی ہے۔ ادھر دیکھنے والوں میں ایک جہان برپا تھا۔ بعض ابھی یقین کیے بیٹھے تھے کہ آپ زندہ ہیں اور بعض کا یہ خیال تھا کہ آپ واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے آکر آپ کی نبضیں دیکھیں جو کہ بدستور چل رہی تھیں اُس نے کہا چوں کہ آپ مقبول بارگاہ الہی ہیں اور آپ کا قلب ذاکر ہے اس لیے آپ کی نبضیں بھی چل رہی ہیں، ورنہ حقیقت میں آپ واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔

حضرت قبلہ فقید العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ نے غسل فرما کر لباس

تبدیل کر کے مجلس کی تیاری کی تو بالکل تن درست تھے گویا محبوب کے وصال کی تیاری ہو رہی تھی اور جب تیاری فرما کر مجلس میں بیٹھ کر قوالی سنی تو آپ کا محبوب حقیقی سے وصال ہو گیا۔ آپ کا مزار اقدس، جمیر شریف میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں ہے۔

وطن مالوف کو واپسی:

الہ آباد رام پور بھوپال اور نواب ٹونک کے پاس رہنے کے علاوہ ہندوستان کے مختلف مقامات پر بیس بائیس سال درس و تدریس کی زندگی گزارنے کے بعد حضرت فقید العصر استاذ العلماء اپنے وطن ہندیاں واپس تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہندیاں کی سرزمین جس طرح اپنے اطراف میں ریت کے دیو پیکر ٹیلے رکھتی تھی اور ظاہری تروتازگی کا کوئی سامان نہ تھا اسی طرح زُشد و ہدایت اور علم و تحقیق کی ہریالی سے بھی تہی دامن تھی، جہالت و گم راہی کی یہ بھر زمین اپنے سینے پر رسول دشمن عناصر کے انگارے لیے جھلس رہی تھی، ارد گرد کے تمام علاقہ میں ہر طرف ابن ابی کے جانشین تنقیص رسالت کا زہرا گل رہے تھے، تو جین رسالت کا بازار گرم تھا، ”وَعَزَّوَدَا وَتَوَقَّوَدَا“ کے احکام کے ساتھ عدوان کی ہولی کھیلی جا رہی تھی، ناموس رسالت کے ہر باب کو شرک و الحاد کا نام دے کر بند کیا جا رہا تھا، مقبولان ایزدی کی شان میں گستاخیاں کر کے شیخ نجدی (الطیلس) کا حق تلمذ ادا کیا جا رہا تھا، مسلم نمابرہمن دین مصطفیٰ کو ملیا میٹ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، تنقیص رسالت اس دور کی سب سے بڑی توحید بن گئی تھی۔ یہ زہر آلود ماحول انتہائی عروج پر تھا کہ قدرت نے ارض ہندیاں کو اپنی باران رحمت کے لیے منتخب فرمایا اور ایک مرد مجاہد دین مصطفیٰ ﷺ کا خدام خلوص کا پیکر ہندوستان سے علم و عرفان، شریعت و معرفت اور عشق محبوب خدا کے مقدس ہتھ یاروں سے لیس کر کے بھیجا۔ آپ ناموس رسالت کی حفاظت کا علم ہاتھ میں لے کر اعدائے دین کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا نصب العین توحید باری تعالیٰ کا پرچار، عظمت رسول کا احیا اور تہذیب کا رتبہ کا ارفع تھا۔ آپ اپنے علم کی بے پناہ وسعتوں سے شکوک و شبہات کا ازالہ کر کے ذہنوں کو صاف کرتے اور نگاہ کی بولبولی سے دلوں کا رنگ اتار پھینکتے۔ زبان و بیان کی سطوت مخالفین کو مناظروں میں سرنگوں کر دیتے اور قلب کی حلاوت سے لوگوں کے سینوں میں عشق رسول کی بجلیاں بھر دیتے۔ آپ نے سرزمین ہندیاں میں قدم رنج

فرماتے ہی حب نبی کے گرز سے ان سوماتی مندروں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور ان مذہبی بہروپیوں کا بھانڈا سر راہ پھوڑ دیا۔ آپ کی آمد نے کائنات و ہستی کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ دماغوں کی دنیا میں ہل چل مچ گئی اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اُلفت و محبت سے دلوں کو منور فرما دیا اور دماغ کو محبت رسول کی مشک سے مہکا دیا۔ آپ نے عقائد حقہ اہل سنت و جماعت پر ایسے دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ قائم کیے کہ ان گندم نما ہتھیار فروش کٹھ ملاؤں کی سالوں کی محنت پر پانی پھر گیا اور آپ کی آمد سے یہ علاقہ عظمت کی روشنی کا بیجار بن گیا۔ ضلالت و گم راہی ابلیس کی آغوش میں سسکیاں لینے لگی اور جہالت اپنی موت آپ مر گئی۔

نگاہ دلی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مناظرات

کس شیر کی آمد ہے کہ زن کانپ رہا ہے

زن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ میدان مناظرہ کے مانے ہوئے شہ سوار تھے۔ آپ نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اور بیسیوں مناظروں میں مخالفین کو ایسی شکستیں دیں کہ وہ پھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ آپ نے انھیں بے شمار مرتبہ مہبوت و لای عقل بنا کر چھوڑا۔ ذیل میں ہم ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر چند مناظروں کا حال قلم بند کرتے ہیں:-

دیوبندی حکیم الامت کا مہبوت ہونا:-

قیام ہند کے دوران ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ کی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ملاقات ہو گئی۔ تو اٹھائے گفتگو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! حضرت آدم علیہ السلام کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسم سکھائے۔ تو اس آیت کریمہ میں الاسماء جمع معرف بالام استغراق ہے اور کلتھا اس کی تاکید ہے اور اس کا عموم قطعی ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص نہیں ہو سکتی اور یہی علم کلی ہے۔ پھر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً حضور ﷺ کے لیے علم کلی ماننے کو شرک و کفر کیوں قرار دیا جا رہا ہے؟ جواباً مولوی اشرف علی صاحب گویا ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف اسم سکھائے گئے تھے جس

طرح کوئی آدمی کسی ملک کے باشندوں کے نام یاد کر لے۔ مسیات اور ذاتیں نہیں سکھائی گئی تھیں۔ لہذا علم مسیات ثابت نہ ہوا جس سے علم کلی کی نفی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی یہ تفسیر تو خود قرآن مجید کے خلاف ہے کیوں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ“ یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے مسیات کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام مسیات کو بھی جانتے تھے تب ہی تو ان کے ناموں کے متعلق پوچھا جا رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف اسمائے پیش کیے گئے تھے اور پوچھا گیا کہ ان کے نام بتاؤ تو یہ بالکل اسی طرح ہوگا کہ کوئی پوچھے بتاؤ زید کا نام کیا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک لغو اور بے معنی بات ہے اور قرآن مجید اس کا تحمل کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ آپ رحمہ اللہ کا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب لگے دائیں بائیں دیکھئے اور بغلیں جھانکنے لگے اور ایسے مہبوت ہوئے کہ شاید زندگی میں انھوں نے اس طرح ندامت محسوس کی ہو۔

مولوی حسین علی کا فرار:-

مولائے قدوس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ السلام کے صدقہ میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کو وہ جلاستو علم اور وجاہت فضل عطا کی تھی کہ مخالف میدان میں آتے ہی جھجک محسوس کرتا تھا۔ موضع ملتان ضلع کیسبل پور کے مولوی محمد سعید صاحب جو کہ حضرت قبلہ کے شاگرد رشید ہیں اور آج کل واں پھراں میں بہ حیثیت خطیب و مدرّس تعینات ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی حسین علی واں پھردی ہمارے گاؤں میں تقرر کرنے کے لیے آیا۔ تقریر کے دوران اپنی چھتری حاضرین جلسہ کو دکھا کر کہنے لگا کہ ”یہ تو کسی کو نفع یا نقصان دے سکتی ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے“ (معاذ اللہ) مولانا محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! میں استاذ العلماء فقیہ العصر کو لینے جا رہا ہوں اگر تم میں کچھ حقانیت اور جرأت ایمانی ہے تو کل تک ہمارا انتظار کرنا میں یہ کہہ کر بندیال آیا اور قبلہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر اپنے آبائی گاؤں ملتان پہنچا۔ جب مولوی حسین علی کو قبلہ استاذ العلماء کی آمد کا علم ہوا تو وہ اپنا بستر بوریا سمیت کفر فرار

ہونے میں کام یاب ہو گیا اور سنی کچھار کے شیر کی تاب نہ لا سکا۔ حضرت قبلہ نے یہ بانگِ دہل اعلان فرمایا کہ میں تین دن تک بیٹھیں ہوں، مولوی صاحب کے معتقدین مولوی حسین علی صاحب کو جملہ معادنین کے ہم راہ لا دیں، لیکن فرمانِ خداوندی ”جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ“ کو غلط ثابت کرنے کی دنیا میں کسے طاقت حاصل ہے اور یہی ہو کر رہے گا۔ مقررہ دنوں کے اندر انھوں نے ”إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“ کا مکمل نمونہ پیش کر دیا۔ حضرت قبلہ نے وہاں اپنے قیام کے دوران حضور ﷺ کے حاضر و ناظر شان و عظمت اور قدرت و اختیار کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ نورانی اور باطل سوز تقریر ارشاد فرمائی کہ جو لوگ بھی اس وعظ شریف میں موجود تھے ان کا بیان ہے کہ آج تک ہم نے ایسی پُر اثر اور پُر سوز تقریر کہیں نہیں سنی۔ عشقِ محبوبِ خدا ﷺ کا یہ عالم تھا کہ جب حضور آقاؐ کے دو عالم میں ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی زبان پر آتا تو فرطِ عقیدت سے آپ کے آنسو جاری ہو جاتے اور مجمع میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا اور لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ آپ کی اس تقریر نے لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کیا کہ اکثر لوگ مولوی حسین علی سے بدظن ہو گئے۔

مولوی حسین علی جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا شاگرد تھا اور نقل کے علاقہ میں نجدیت و ہابیت کا سب سے بڑا مشہور بلکہ ایک چلتا پھرتا اشتہار تھا اور سادہ لوح لوگوں کے ایمان اس کے بے رحم ہاتھوں میں آ کر ختم ہو رہے تھے اور اسے اپنے علم پر بڑا ناز تھا، مگر جب وہ حضرت قبلہ کے مقابلہ پر آیا تو دُنیا نے حق و باطل کا امتیاز کر لیا۔ علمِ غیب کے مسئلہ پر اس نے حضرت قبلہ سے ایک دفعہ گفتگو کی اور اپنے مسلک کی حمایت میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ پیش کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی کی اور کہا کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض نہ کرتے۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! پھر آپ کے نزدیک تو حضرت خضر علیہ السلام خدا بن گئے کیوں کہ وہ تو علمِ غیب جانتے تھے۔ اب مولوی حسین علی صاحب کی یہ حالت تھی کہ ”گویم مشکل و نہ گویم مشکل“

بھنسا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مسئلہ علمِ غیب اور مقامی مولوی:-

مولانا محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں حضرت قبلہ کے ہاں پڑھ رہا تھا کہ وہاں پھر اہل کے ملک احمد یار صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ فاتحہ خوانی کے لیے حضرت قبلہ بھی تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بد قسمتی سے اس علاقہ کا ایک مشہور و معروف دیوبندی مولوی بھی اس فاتحہ خوانی میں آگیا اور آتے ہی مسئلہ علمِ غیب پر بحث شروع کر دی۔ کہنے لگا کہ علمِ غیب خاصہ خدا ہے۔ جو شخص انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے علمِ غیب کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ اُس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفتِ علم میں شریک ٹھہرایا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ فرما رہے ہیں کہ جو شخص انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے علمِ غیب کا قائل ہے اُس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم میں شریک ٹھہرایا۔ پہلے تم اللہ تعالیٰ کا علم متعین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے لہذا اگر یہی علم دوسرے کے لیے مانا گیا تو شرک لازم آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کا قبل از وقت ایجاد علم تھا۔ آپ بیان فرمائیں کہ علمِ باری تعالیٰ کی کیا کیفیت تھی اور اس میں کتنے مذہب ہیں اور کون سے حق اور کون سے باطل ہیں؟ اس میں تین سو ساٹھ مذہب ہیں کون سے مذہب حق ہیں اور کون سے باطل؟ جب تم نے اللہ تعالیٰ کا علم متعین کر لیا تو پھر کہا جاسکتا ہے کہ یہ علم اگر غیر اللہ کے لیے مانا گیا تو شرک لازم آئے گا۔ اس فاتحہ خوانی میں ہزاروں معززین علاقہ شامل تھے۔ ملک امیر خاں صاحب جو کہ مجلس فاتحہ خوانی میں موجود تھے اُٹھے اور مولوی صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! تم پر قسم ہوگی اگر تم نے جواب نہ دیا۔ لیکن مولوی صاحب کی بلا جانے کہ اللہ تعالیٰ کو قبل از ایجاد مخلوقات کا علم کس طرح ہے اور اس میں کتنے مذہب ہیں انھیں تو لوگوں کو مشرک و بدعتی بنانے سے ہی فرصت نہیں تھی کہ اس مشینی کام سے فارغ ہو کر تحقیقاتِ علمیہ میں غور و خوض کر سکیں۔ حضرت بندیا لوی علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو تین دن مہلت ہے۔ مولوی حسین علی صاحب سے دریافت کر کے بتا دینا، لیکن وہاں پر تو معاملہ ہی اور تھا۔ مولوی صاحب نے فرار ہونے میں ہی مصلحت سمجھی۔

ع اِس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مولوی غلام یسین صاحب وال بھجروی کے شبہات کا ازالہ:-

استاذ اہل حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بندیا لوی رحمہ اللہ کی قابلیت اور تحریر علمی بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ آپ میانہ کھوہ (ضلع میاں والی) میں میاں اکبر علی صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق اُن کا جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی تو مولوی غلام یسین صاحب جو کہ قبلہ بندیا لوی اور مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب ٹوکی رحمہ اللہ کا شاگرد تھا لیکن اس وقت دیوبندیت کی طرف قدرے مائل تھا وہ بھی وہیں تقریر میں موجود تھا۔ دورانِ تقریر مسئلہ منغیاتِ خمسہ پر آپ نے کثیر براہین و دلائل بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مقبولانِ رب قدوس ان منغیات کو جانتے ہیں۔ جب آپ عصر کی نماز کے بعد میر کے لیے باہر تشریف لے گئے تو مولوی غلام یسین صاحب اور غلام محمد ولد میاں شیر بھجور اور چند دیگر آدمی آپ کے ساتھ تھے اور اسی اثنا میں مولوی صاحب نے منغیاتِ خمسہ کے متعلق چند شبہات پیش کیے۔ آپ نے وہیں ایک جگہ پر بیٹھ کر دلائل بیان کرنا شروع کر دیے اور حوالہ کے لیے کتابوں کے نام لیے جاتے۔ مولوی غلام یسین صاحب نے چند اعتراض کیے، مگر آپ نے مسکت جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جناب! میں نے یہ کتابیں نہیں دیکھی تھیں۔ غلام محمد مذکور نے عرض کیا کہ حضور! ہم تو مولوی غلام یسین صاحب کو بڑا عالم سمجھتے تھے، لیکن آپ کے سامنے تو اس کی حیثیت طفلِ مکتب کی سی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی غلام یسین تو ہمارا بچہ ہے، کسی مخالف کے ساتھ ہماری گفتگو ہو تو پھر دیکھنا۔

مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قبلہ علامہ بندیا لوی مرحوم کی کمال شفقت، محبت اور حسن خلق تھا کہ مولوی غلام یسین کو اپنا بچہ کہاتا کہ کہیں غلام محمد کی بات سے ضد کر کے ہٹ دھری کا ثبوت نہ دے۔

خود ساختہ شیخ القرآن کا بہرہ و بیابین:-

حضرت علامہ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امت دیوبندیہ کا خود ساختہ شیخ القرآن مولوی غلام خاں خطیب راول پنڈی طالبِ علم کے بھیس میں

حضرت فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسائل پوچھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے بہ خوشی اجازت مرحمت فرمادی۔ مولوی غلام خاں کہنے لگا کہ آج کل اکثر لوگوں کے اعتقادِ مشرکین مکہ کی طرح ہو گئے ہیں۔ حضرت فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو کہنے لگا کہ مشرکین مکہ بھی بتوں کو سفارشی سمجھ کر عابسانہ طور پر پکارتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ”مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى“

اور آج کل کے عام لوگ بھی انبیاء و اولیاء کو سفارشی سمجھ کر پکارتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں پر تو ”نعبدهم“ ہے یعنی ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ پکارنے کی یہاں کون سی بات ہے۔ وہ تو اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے آج کون انبیاء اور اولیاء عظام کو معبود سمجھتا ہے؟ جواب میں کہنے لگا کہ مشرکین بتوں کو الہ کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اللہ۔ تو اپنے معبودوں کو الہ بہ معنی قابلِ صورت پکار سمجھ کر مشرک بن گئے۔ حضرت فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا کہ الہ اور اللہ میں کیا فرق ہے؟ تو کہنے لگا: ہاں! بہت بڑا فرق ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے تو ”صرف بہائی“ بھی نہیں آتی، اللہ کی اصل الہ ہی تو ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الہ کون سا صیغہ ہے؟ کبھی مبالغہ کا بتاتا اور کبھی کہتا کہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت داؤد بیچ کھاتا رہا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے، مگر کوئی صورت کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر فرار کا سہرا باندھ کر دہلیں نجات سے ہم کنار ہونے میں کام یابی بھی۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ یہ طالبِ علم بہروپ میں آنے والا امتِ نجدیہ و ہابیہ کا خود ساختہ شیخ القرآن ہے۔

بہر رنگے کہ خوانی جامہ سے پوش

من اندازِ قدتِ رامی شام

اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں کہ جن میں آپ نے مخالفینِ اہل سنت کو دندانِ شکن جواب دے کر ان پر مذہبِ حق اہل سنت و الجماعت کی حقانیت واضح کر دی۔ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اس علاقہ میں دیوبندی مولوی حسین علی وال بھجروی مصنف ”بلختہ النحر ان“ نے فضا کو از حد مکدر کر دیا تھا، مگر آپ نے لوگوں کے سامنے اس کے عقائد کا پل کھول کر رکھ دیا اور اس کی برسوں کی کمائی کو خاک میں ملا دیا اور دینِ حق کا بول بالا فرمایا۔ چنانچہ مولوی حسین علی کے مسکن وال بھجور جہاں سے اہل اسلام پر شرک و بدعت کی آگ برسی تھی، کفر

والحاد کا کچھڑا اچھلا تھا، آج اسی شہر میں اہل السنۃ والجماعت کے دو عظیم الشان دائر العلوم دینیہ محمدیہ کے تشنگان کو سیراب فرما رہے ہیں جب کہ مخالفین کا وہاں نام و نشان تک نہیں ملتا اور واں پھر اس کی فضا تو حید و رسالت کے نفوس سے گونج رہی ہے اور درود یوار سے صلوة و سلام کی روح پرور صدائیں قلب و جگر کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہیں اور تکبیر و رسالت کے فلک شکاف نعروں سے واں پھر اس میں ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ حضرت فقید العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کا فیضانِ نظر ہے جنہوں نے اپنی زندگی اللہ اور رسول عز وجل و علی علیہ السلام کے پاک دین کی نشر و اشاعت میں صرف کر دی تھی۔

تبحر علمی

”حمد اللہ“ کے ایک مقام کا حل:-

مولوی احمد صاحب (ناہینا) کا بیان ہے کہ میں اور چند دیگر ساتھی مولوی غلام یحییٰ صاحب کے پاس واں پھر اس میں معقول کی شنی کتاب ”حمد اللہ“ پڑھتے تھے۔ ایک دن ”حمد اللہ“ کا ایک مقام مولوی صاحب سے حل نہ ہو سکا۔ کافی کوشش کی، مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ میں اس مقام کو حل کرانے کے لیے حضرت فقید العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت طلباء کے اسباق سے فارغ ہو کر چارپائی پر آرام فرما تھے۔ میں نے عرض کی: حضور! حمد اللہ کا ایک مقام سمجھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کون سا مقام ہے؟ میں نے تھوڑا سا اشارہ کیا تو آپ نے اس مقام کی ایسی شرح و بسط سے تقریر فرمائی کہ تمام اشکال رفع ہو گئے۔ میں نے واپس جا کر وہ مقام اپنے استاذ صاحب اور دیگر ساتھیوں کو سمجھایا۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

ایک شرعی فیصلہ کا حل ”میرزا ہد“ اور ”ملا جلال“ کے رنگ میں:-

حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ فقید العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے بیان فرمودہ فیصلہ شرعیہ کے خلاف چند وہابی ملاؤں نے شور برپا کر دیا۔ آخر فریقین کے درمیان فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ آپ تاریخ مقررہ پر وہاں تشریف لے گئے۔ جب

آپ نے مسئلہ کی تقریر بیان فرمائی تو جتنے مولوی وہاں تھے سب حیران رہ گئے اور ان میں سے مولوی نور احمد نے کہا کہ اللہ تم پر راضی ہو! تم نے تو فیصلہ کو ”میرزا ہد، ملا جلال“ بنا دیا ہے، ہم غلطی پر تھے۔

اتنے دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا آپ کی ہی امتیازی شان ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

اللہ و رسول کے دائمی علم میں ایک لطیف فرق:-

حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ فقید العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ ملتان تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی ہم راہ تھا تو گاڑی میں ہی بحث شروع ہو گئی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا علم دائمی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی دائمی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شرک لازم نہیں آتا کیوں کہ ایک ”ضرورۃ“ ہے اور ایک ”دوام“؛ ان دونوں میں فرق ہے۔ ضرورۃ کا معنی یہ ہے کہ انفکاک محال اور ناممکن اور دوام کا یہ معنی ہے کہ انفکاک تو نہیں ہوتا عام ازیں انفکاک ممکن ہو یا ناممکن۔ تو اللہ تعالیٰ کا علم ضروری ہے یعنی انفکاک ناممکن اور محال ہے اور حضور علیہ السلام کا علم اگرچہ دائمی ہے، لیکن انفکاک ممکن ہے تو اب اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے علم میں ممکن اور ناممکن تقیضوں جیسا فرق ہے۔ تو مساوات کیسے لازم آئے گی! یہ تحقیق سن کر حاضرین بہت محفوظ ہوئے۔

’دُر مختار‘ میں منقول ضعیف روایت پر علامہ شامی کا رد اور فقید العصر کی وضاحت:-

علامہ مذکور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرقہ مخالف کے ایک بہت بڑے عالم نے حضرت قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ کی خدمت میں یہ فقہی جزئی پیش کی کہ ”دُر مختار“ میں ہے کہ ”اگر کوئی شخص نکاح کے وقت کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کیا تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ عقیدہ علم غیب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“

آپ رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کو علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد فرمایا ہے کہ وہ آدمی کافر نہیں ہوتا اور فرمایا کہ ”شامی“ میں ہے: لا ینال الاشياء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اس لیے کہ تمام اشیاء حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں۔

یہ جواب سن کر اُس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اتنا کہا کہ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہیں بلکہ بعد میں اشیاء کے پیش کرنے سے ان کو علم ہوتا ہے۔ تو آپ نے فوراً جواب میں فرمایا کہ مذکورہ بالا عبارت میں جو ”تعرض“ کا لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اسی وقت جانتے ہیں کیوں کہ جو آدمی نکاح کا گواہ حضور ﷺ کو بنا رہا ہے اس کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ اب جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور شامی نے اس آدمی کے کفر کو رد کیا ہے۔ تو یہ رد اس وقت ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہوں، اگر بعد میں علم ہو تو اس آدمی کا کفر رد نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر وہ بالکل ساکت ہو گیا۔

مولوی الہی بخش صاحب دہلوی کی چند شبہات پر تشریف:-

انہی حضرت علامہ ﷺ کا بیان ہے کہ مولوی الہی بخش صاحب دہلوی نے نہایت بہترین فاضل تھے اور تردید فرماتے ضالہ شیعہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کیے۔ آپ ﷺ نے نہایت مدلل اور احسن طریق سے ان کے جوابات ارشاد فرمائے جن سے ان کی پوری پوری تسلی ہو گئی۔ جب سیر کے لیے ہمارے ساتھ مولوی الہی بخش تشریف لے گئے تو راستے میں فرمانے لگے: اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء ﷺ کو مرنے نہ دیتے اور ہمیشہ گونا گوں تحقیقات عجیبہ سے بہرہ مند ہوتے رہتے۔

مفتی محمد امین الدین صاحب کی قلبی آرزو:-

انہی علامہ حضرت ﷺ کا بیان ہے کہ جب میں مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین صاحب ﷺ جو اس وقت فیروز پور میں مقیم تھے ایک دفعہ امتحان کی حیثیت سے مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے تو میں نے قبلہ حضرت استاذی بندیالوی رحمہ الباری کی علمی تحقیقات ان کو سنا لیں۔ وہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ میری خواہش ہے کہ میں تین چار سال ان کی خدمت میں رہوں اور ان کی ذات والا صفات سے استفادہ کروں اور فی الحال اس خطابت وغیرہ کو چھوڑ دوں۔

یہ ایک مفتی صاحب کے تاثرات تھے جن سے حضرت قبلہ ﷺ کے تبحر علمی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مولوی غلام یلین کا اعترافِ عظمت:-

ایک دفعہ میاں والی میں حکیم عبدالرحیم خاں شاگرد حکیم اجمل خاں کے پاس مولوی غلام یلین کسی کام کے لیے گئے تو دوران گفتگو حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء ﷺ کا ذکر ہوا۔ مولوی غلام یلین صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب! قبلہ استاذ العلماء جیسا فاضل تمام ہندوستان میں میری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔

استاذ العلماء بہ حیثیت فقیہ اعظم

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء ﷺ فرماتے تھے۔ یہاں اس واقعہ کا تذکرہ ہے جانہ ہوگا کہ آپ نے صرف ریاضی پڑھنے کے لیے علم طب کی مکمل کتابیں پڑھیں کیوں کہ علم ریاضی کے ماہر جو کہ حکیم اجمل خاں دہلوی کے مدرسہ دہلی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے، ان کی شرط یہ تھی کہ ریاضی پڑھنے کے لیے علم طب سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر قبلہ عالم بندیالوی رحمہ الباری ایک طرف فنون عقلیہ میں جواہر تحقیقات کے لیے ایک نقاد تھے تو دوسری طرف علوم نقلیہ میں بجا رہتہ قیقات کے آپ غواص بھی تھے۔ فقہی اسرار و معارف کی واقفیت رکھنے میں آپ کی نظیر معدوم تھی۔ علاوہ بھر کے شرعی فیصلے آپ کی خدمت میں پیش ہوتے اور آپ فقیہانہ انداز میں ان کا ایسا حل فرماتے کہ کسی کو آپ کے فیصلے کے خلاف قدم اٹھانے کی گنجائش ہی نہ ہوتی تھی۔ ہر موافق و مخالف آپ کی فقاہت کا قائل تھا۔ ذیل میں ہم چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں جس سے ناظرین آپ کی فقہی بصیرت کا بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں:-

علمائے حزب الاحناف کی ایک مسئلہ میں راہ نمائی:-

حضرت مولانا قادر بخش صاحب سابق مدرس جامعہ نظامیہ لاہور بیان فرماتے ہیں کہ جن دنوں قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء ﷺ کے بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب بیمار تھے اور حضرت قبلہ بندیالوی رحمہ الباری نے ان کو بہ غرض علاج معالجہ میوہ ہسپتال لاہور میں داخل کرایا

تھا، اسی سلسلہ میں آپ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ ہاتھم دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے پاس تشریف لے گئے۔ حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ انھی ایام میں تھا۔ اطراف ملک سے کثیر تعداد میں علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ قبلہ سید صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک فتویٰ تھا جس پر بہت سے علمائے کرام نے تائید اپنے اپنے دست خط کیے ہوئے تھے۔ قبلہ سید صاحب نے وہ فتویٰ حضرت قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی پیش کیا کہ آپ بھی اس پر دست خط فرما کر مزید تائید کریں۔ مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص اعوان (جو کہ ڈاکٹری کے معزز پیشہ سے وابستہ ہے) نے ایک عورت (جو کہ اراکین قوم سے تعلق رکھتی ہے) کے ساتھ بغیر اجازت ورثا کے نکاح کر لیا ہے۔ جب قبلہ استاذ العلماء نے وہ فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو کہنے لگے کہ یہ فتویٰ درست نہیں کیوں کہ صورت مسئلہ میں یہ نکاح ادنیٰ قوم کی عورت کا اعلیٰ قوم کے مرد سے ہوا ہے۔ یہ نکاح بلا اجازت ورثا صرف عورت کی اجازت سے ہی نافذ ہو جائے گا، ولی کی اجازت تب ضروری ہے جب کہ اعلیٰ قوم کی عورت کا نکاح ادنیٰ قوم کے مرد کے ساتھ کیا جائے۔ قبلہ سید صاحب نے ”فتاویٰ شامی“ نکال کر اپنے فتویٰ کی تائید میں عبارت پڑھی۔ قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر بند یالوی رحمہ الباری نے فرمایا کہ جناب! اس عبارت سے ماقبل بھی دیکھو! جب ماقبل دیکھا گیا تو بیچنہ وہ مضمون مذکور تھا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ قبلہ سید صاحب رحمہ اللہ نے یہ دیکھ کر آفرین و تحسین فرمائی اور نیا فتویٰ مرتب فرمایا۔ تمام علما حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ علیت و نقاہت اس کا نام ہے۔

۔ ایسا سعادت بہ زور بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشنده

علمائے ڈیرہ غازی خاں کا بھیجا ہوا ایک سائل:-

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ علاقہ ڈیرہ غازی خاں کا ایک آدمی مسئلہ پوچھنے کی خاطر حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا جسے اس علاقہ کے علمائے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ ایک بھیڑ بھڑیے سے حاملہ ہو گئی ہے اور اس نے بچہ جنا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بچہ کس حکم میں ہے؟ آیا بھیڑ کا شمار کیا جائے گا یا کہ بھڑیے کا؟ تو آپ نے اس مسئلہ کے جواب میں فرمایا کہ وہ بچہ بھیڑ کا گنا جائے گا

کیوں کہ وہ ماں کے تابع ہے اور اس پر شامی کی عبارت سے تائید فرمائی۔ اس واقعہ سے آپ کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے کہ دور دراز کے علمائے بھی مشکل مسئلہ میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

نکاح میں سوئے اختیار کے مفہوم پر ایک مولوی صاحب کے مسئلہ کی تغلیط:-

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ آپ کے بے لوث فیصلوں کی عجیب شان تھی۔ موضع شادیہ کا ایک شخص قوم بھندرال سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ایک عورت ساکنہ موضع ڈرادی کو اغوا کر لیا تھا جس کا پہلے دوسری جگہ نکاح تھا۔ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے اس کے ساتھ عدم برتاؤ کا حکم دے دیا تو لوگوں کے تنفر کی وجہ سے وہ اپنا علاقہ ترک کرنے پر مجبور ہو گیا اور کہیں دور چلا گیا حتیٰ کہ اس کے عزیز و اقارب نے اس کو جواب دے دیا۔ کچھ مدت بعد وہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضور میں فلاں بھندرال ہوں اور کل ملک چراغ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ مجھے عورت کے پچھلے نکاح سے فیصلہ کرا دیں۔ وہاں پر ایک مولوی صاحب نے مجھ سے معاملہ کی حقیقت پوچھی اور میں نے بتایا کہ عورت کو اس کے والد نے بطور بڑے یعنی دنی کے نکاح کر کے دیا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس کا یہ نکاح از روئے شریعت منعقد نہیں ہوا، تیرے خلاف حکم عدم برتاؤ کا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو اس لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم مولوی صاحب سے پوچھو کہ یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ دنی کا نکاح نہیں ہوتا؟ وہ شخص مولوی صاحب سے پوچھ کر واپس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ”شامی“ میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شامی کی پانچ جلدیں ہیں مولوی صاحب سے پوچھو یہ مسئلہ کون سی جلد میں ہے؟ وہ شخص پھر مولوی صاحب سے پوچھ کر آیا اور اس کے پاس کاغذ پر لکھی یہ عبارت تھی:

لا ینعقد النکاح لسوء الاختیار۔ یعنی سوئے اختیار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو سوئے اختیار کا معنی ہی نہیں آیا۔ سوئے اختیار کا یہ مطلب ہے کہ والد اپنی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے اور اس میں شہرت اختیار کر جائے تو باپ اب جو نکاح کرے گا وہ منعقد نہ ہوگا اور یہ نکاح

تو اپنی کفو میں ہے، والد بھی لڑکی کا قوم کلیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور قوم کلیرہ کے مرد ہی کو نکاح کر کے دیا گیا ہے اور مہر میں غبن بھی نہیں کیا تو سوے اختیار کس طرح بن گیا۔

مجھے قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے اس مسئلہ کے متعلق مفتی دیوبند سے فتویٰ منگواؤ! چنانچہ آپ نے صورت مسئلہ تحریر کرائی کہ ایک شخص اپنی لڑکی کو اپنی قوم میں محض صلح بین المسلمین کے لیے نکاح کر کے دیتا ہے اور مہر میں غبن بھی نہیں تو آیا یہ نکاح سوے اختیار میں داخل ہوگا یا نہ؟ اس وقت مولوی محمد شفیع دیوبند کے مفتی تھے۔ انھوں نے جواباً تحریر کیا کہ یہاں سوے اختیار کا کیا دخل ہے؟ وہ فتویٰ اب تک ہمارے پاس محفوظ رہا۔

تفصیل بر فتویٰ کا نرالا انداز:-

ضمناً ایک اور چیز بھی آگئی ہے کہ علما فتویٰ دیتے ہیں اور لوگ اس پر عمل بھی کرتے ہیں، لیکن حضرت قبلہ فقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے فتویٰ کی نرالی شان تھی۔ اگر کسی کے خلاف فتویٰ صادر فرمانا ہوتا تو صرف تحریری فتویٰ وہاں کے کسی معزز آدمی کے پاس بھیج دیتے اور تعمیل حکم کی کیفیت یہ ہوتی کہ عورتیں اور بچے بھی اس شخص سے نفرت کرنے لگتے۔ محمد ولد فتح خاں جنوعد کا بیان ہے کہ محمود بھٹی محمد شاہ نے ایک خلاف شرع کام کیا تھا حضرت قبلہ علامہ بندیا لوی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف حکم دیا تھا۔ محمود نے اس فعل شنیع سے بعد میں توبہ کر لی تھی۔ محمود مر گیا اور چالیس پچاس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی خدا کی قسم! اب بھی محمود کے گھر سے پانی پیتے ہوئے ایک دفعہ انسان کانپ جاتا ہے کہ ان پر حضرت قبلہ جی رحمہ اللہ نے فتویٰ لگایا تھا۔

اپنے موقف کی پختگی کا تئین اور اس پر استقلال:-

اسی طرح موضع سوہیاں والا میں ایک شرعی فیصلے کے لیے مولوی قادر بخش صاحب کو عالم شرعی بنایا گیا تھا اور انہوں نے بیان وغیرہ لینے کے بعد حضرت قبلہ فقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ سے مشورہ لے کر صحیح فیصلہ کیا تھا۔ بعد میں وہ لوگ ایک مولوی صاحب کو کچھ نقدی وغیرہ بہ طور رشوت دے کر لے گئے۔ اس مولوی صاحب نے مولوی قادر بخش صاحب کے فیصلہ کے خلاف فتویٰ تحریر کر دیا لیکن چونکہ مولوی قادر بخش صاحب کی تائید میں حضرت فقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے دست خط تھے اور لوگوں کو آپ سے اتنی زبردست عقیدت تھی کہ آپ کے مقابلہ میں کسی شخص کو

ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اگر قبلہ فقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ فرمادیں کہ اس دوسرے مولوی کا فتویٰ صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ ملک چراغ صاحب بندیاں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ اس مولوی صاحب کی تائید فرمادیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: بھائی چراغ! تم مجھے آخری عمر میں بے ایمان کرنا چاہتے ہو جب کہ میں از روئے انصاف مولوی قادر بخش صاحب کے فیصلہ کو صحیح کہہ چکا ہوں۔ تو اب اس دوسرے غلط فیصلے کو کیسے صحیح کہہ سکتا ہوں۔ تمام ملک صاحبان اگر چہ بڑی نیادی شخصیت کے مالک اور سردار تھے لیکن حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ کا دلی احترام کرتے تھے۔ ملک چراغ صاحب بندیاں نے یہ سن کر عرض کی کہ حضور! اگر یہ بات ہے تو میں آپ کو اس معاملہ میں مجبور نہیں کرتا۔

حکم شرعی کے تعین سے قبل تحقیق احوال اور فتویٰ میں احتیاط:-

اسی طرح غلام محمد کنیال موضع کنیالاں والا نے ایک منکوحہ عورت کو اغوا کر لیا اور ملک عمر حیات خاں ٹوانہ کے پاس رہائش پذیر ہوا۔ ملک صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب سے فتویٰ منگوا دیا کہ عورت کا سابقہ نکاح کوئی نہیں ہے، لیکن غلام محمد مذکور نے ملک صاحب کو کہا کہ ہمارے علاقہ میں مفتی کفایت اللہ کیا ان سے کسی بڑے عالم کی شنوائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ قبلہ فقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ اس بارے میں اپنا فتویٰ نہ دیں یا اس فتویٰ پر تائیدی دست خط نہ فرمادیں! چنانچہ ملک صاحب ٹوانہ نے مفتی صاحب کا وہ فتویٰ اور ساتھ ہی اپنا خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ آپ مفتی صاحب کے اس فتویٰ کی تائید فرمادیں۔ آپ نے فریقین کو بلا کر حقیقت واقعی کی تحقیق کی تو فتویٰ غلط نکلا آپ نے بغیر کسی لالچ اور طمع کے فوراً مفتی صاحب کے فتویٰ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ غلط ہے اور جب تک غلام محمد مذکور نے اس عورت کی طلاق حاصل نہ کر لی اس کو اپنے علاقہ میں کسی نے قدم نہ رکھنے دیا۔

ایک دُنیا دار کی بچ حرکت اور فقہ العصر کا شرع مطہر کا تحفظ:-

صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: موضع گولے والی کا ایک اہم فیصلہ تھا۔ آپ کے پاس بیانات فریقین شروع تھے۔ ایک فریق نے کچھ لالچ دینا چاہا۔ میری عمر

اگرچہ چھوٹی تھی لیکن مجھے پوری طرح یاد ہے کہ آپ نے فرمایا: تو نے اس آدمی سستی بہادر قوم نیلخیل بے ایمان کو دیکھا ہے؟ بہت سی رقم رومال میں باندھے ہوئے میرے آگے ڈال دی اور مجھے کہا کہ بارہ بوری ٹنڈ بھی حاضر خدمت کروں گا۔ میں نے کہا: تجھے جیانیں آتی کہ تو نے میری گراں مایہ دولت ایمان کی یہ حقیر شے قیمت ٹھہرائی ہے۔ خبردار! اگر آج کے بعد ایسی بات کی اور اب میں نے تمہارا فیصلہ ہی نہیں کرنا۔ دونوں فریقین طلاقیں اٹھاؤ کہ ہم فیصلہ کے لیے مولانا سلطان اعظم صاحب موضع چھپرہ کو حکم شرعی تسلیم کرتے ہیں اور میری طرف سے تم فارغ ہو۔ یہ تھی آپ کی خدا ترسی خود داری اور بے لوث خدمت دین۔

عمر کے اخیر حصے میں بھی دینی امور کے لیے جواں جذبہ:-

موضع شاہیاں والہ میں ایک شرعی فیصلہ میں لوگ آپ کو دہاں لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ ملکہ اور لیاقت عطا فرمائی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کی تہ کو جلد ہی پہنچ جاتے اور وہ فیصلہ فرماتے کہ لوگوں کی زبان پر تحسین کے پُر سوز نعمات ہوتے۔ بفضلہ تعالیٰ ایک ہی دن میں آپ نے فیصلہ مکمل فرمایا۔ اس کے بعد آپ کا وہ پر کیف و سوز بیان ہوا جس کی کیفیت سامعین ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ وہاں ملاقات کے دوران ایک شخص نے پانچ روپے ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ دوسرے دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ متعدد آدمیوں کی معیت میں دولت کدہ پر پہنچایا گیا۔ اتنے اہم فیصلہ پر چند سوہیل کی مسافت اور آخری عمر میں اتنی تکلیف کے ساتھ وہاں تشریف لے جانا اور بیان فرمانا، لیکن آپ کی خدمت وہی پانچ روپے تھی جو کسی ملنے والے نے پیش کیے تھے۔ خدا شاہد ہے کہ آپ کے دل میں خیال ہی پیدا ہوا ہو کہ انھوں نے میری خدمت نہیں کی یا ان لوگوں کو خیال ہوتا کہ ہم اتنی رقم پیش کریں۔ وہ لوگ اگرچہ زیادہ تر مرید میرا شریف کے تھے لیکن حضرت فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت و ارادت اپنے خیر سے کم نہ رکھتے تھے۔ وہ لوگ پوری طرح واقف تھے کہ آپ دُنیائی لالچ سے بری ہیں۔ یہی آپ کے اخلاقی حیدرہ اور اوصافِ جمیلہ تھے جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ نے گھر کیا ہوا تھا۔ جب آپ کی سواری موضع شاہ والا کے قریب پہنچی تو تمام شاہ والا آپ کا عقیدت مند تھا اور چار پانچ میل سفر ہونے کے باوجود اکثر لوگ جمعۃ المبارک آپ کی افتدائیں

ادا کرتے تھے۔ بعض لوگ آپ سے شرف بیعت بھی رکھتے تھے۔ انھی میں سے جہان مرحوم نے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی سواری کو جب دور سے آتے دیکھا تو دوڑ کر اپنی بکریاں دوہنے لگا اور کافی دودھ میں کھانڈ ملا کر سر راہ کھڑا تھا اور روتا ہوا قدموں کو چومنے لگا اور دودھ پیش کیا۔ اگرچہ آپ کو آخری عمر میں ضعفِ معدہ کی تکلیف تھی لیکن پھر بھی اپنے اخلاقی کریمہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس سے دودھ لے کر چند گھونٹ پیے اور باقی ماندہ ساتھیوں کو دے دیا۔

ملک محمد امیر خاں ذیلدار کا اندازِ محبت:-

اسی طرح واں بھجراں میں ایک شرعی فیصلہ کی خاطر تشریف لے گئے جب آپ فیصلہ فرما چکے اور بعد ظہر بندیال کی تیاری کی تو ملک محمد امیر خاں ذیلدار والد ملک مظفر خاں بھجراں نے عرض کی: جناب اکل معۃ المبارک ہے ہمیں جو پڑھا کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے معذرت کی۔ لیکن ملک صاحب نے کہا کہ اگر آج میں آپ کو بندیال جانے دوں تو مجھ پر زن طلاق ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے بیٹھ گئے اور دوسرے دن بڑے بھاری اجتناع کے سامنے آپ نے پُر سوز و گداز بیان فرمایا اور بعد میں ملک مظفر خاں صاحب نے آپ کو اپنی موٹر کار میں بٹھا کر بندیال کی طرف روانہ کیا۔

ریاست ٹونک کے نواب صاحب کی قدردانی:-

حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ ریاست ٹونک کے نواب صاحب جو علم دوست ہونے کے ساتھ علما کے قدر شناس بھی تھے، کے مدرسہ میں صدر مدرس و مفتی کے عہدہ پر فائز رہے۔ نواب صاحب آپ کی خاطر ایک دن میں صبح اور شام الگ الگ مرغاذخ کر داتے۔ آپ چوں کہ بہت کم کھاتے اور حکم میری سے بچتے تھے۔ انتظامیہ نے آپس میں بات شروع کی کہ گوشت ضائع نہ کیا جائے، ایک ہی مرنے کو دو تین دن تک استعمال کیا جائے۔ نواب صاحب تک جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے ساری انتظامی کمیٹی کو بلایا اور یہ شعر کہہ سنایا:

ساقی سے بہ جام بلوری چہ سے ذہی

از گل پیالہ ساز کہ لب یار نازک است

مطلب یہ تھا کہ تو کیسا ساقی ہے کہ محبوب کے ہونٹوں کی ناز کی بھی نہیں جانتا۔ میرا محبوب تو

اتنا نازک ہے کہ تو اسے شیشے کے گلاس کی بجائے گلاب کے پھولوں کا پیالہ بنا کر شراب پیش کر! نواب صاحب نے کہا کہ یہ عام مولوی نہیں، خدا رسیدہ بزرگ بھی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکے ان کی خدمت کروں۔ واہ! کیا اعلیٰ ذوق پایا تھا نواب صاحب نے!

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی والہانہ عقیدت:-

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ سیال شریف) آپ کے ایک استاد محترم علامہ زمان حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ماڑی انڈس) حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس لیے حضور خواجہ صاحب حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کو ”استاد صاحب بندیا لاں والے“ کہہ کر اکثر یاد کرتے۔

استاذ اکل علامہ عطاء محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنایا کہ میرے استاد حضرت مولانا یار محمد رحمۃ اللہ علیہ کسی جاگیردار کو خاطر میں نہ لاتے تھے، مگر ایک مقامی جاگیردار ملک غلام محمد بندیا ل کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے۔ عام حالات میں بھی اس سے تعلق داری کرتے تو میں نے ایک دن عرض کی: ”استاد جی! یہ کیا راز ہے؟ تو فرمایا: حافظ صاحب! مجھے اس ملک صاحب سے ایک دینی لالچ ہے وہ یہ ہے کہ ان کا ایک دوست بہاول پور کا نواب ہے اور اس کی لائبریری میں ”زرقاتی شریف“ موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ زرقاتی مجھے میسر آجائے، مگر زندگی نے وفانہ کی اور آپ کے کتب خانہ تک وہ کتاب نہ پہنچ سکی۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو آب دیدہ ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا: کاش! آج علامہ یار محمد بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو فقیر قمر الدین اپنی زرقاتی سر پہ اٹھاتا اور بندیا ل استاد صاحب! کی خدمت میں جا کر پیش کرتا۔

یہ اتنی عظیم شخصیت کے والہانہ پیار اور بے اختیار محبت کا کس قدر والا انداز ہے!!

اعلیٰ حضرت گولڑوی کی خدمت میں حاضری اور آپ کا خیر مقدم:-

ایک دفعہ مقامی مولوی فضل کریم دیوبندی کے ساتھ کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو حضرت فقیہ العصر بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ نے گولڑہ شریف جا کر حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز سے ملاقات کی اور وہاں کے معروف مدرس مولانا مفتی رحمۃ اللہ علیہ (جو جامعہ

صولتیہ مکہ شریف میں بھی رہ چکے تھے) کو بندیا ل ساتھ لے جانے کے لیے کہا۔ غازی صاحب کی مصروفیت رہی۔ انھوں نے اظہار معذرت کیا۔ علامہ بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور عرض کی: آپ کے مفتی صاحب حق کے مسئلہ کے بیان کرنے میں تاخیر فرما رہے ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفقت لہجے میں فرمایا: میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، حضرت! آپ کو تکلیف نہیں دیتے۔ بس مفتی صاحب کو آج ہی میرے ساتھ بھیج دیں۔ چنانچہ مفتی صاحب بندیا ل شریف لائے اور گفتگو ہوئی، بجز اللہ حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف سچ ثابت ہوا اور مولوی فضل کریم دیوبندی کو شکست فاش ہوئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جنہیں حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت پر بہ طور مثال پیش کیا جاسکتا ہے، مگر ان سب کے احاطہ کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

آفتاب علم و عرفان کی ضیا باریاں

قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے عمر عزیز تشنگان علوم کی پیاس بجھانے کے لیے صرف کر دی اور اسی طرح دین اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ تعلیم کے شیدائیوں کے لیے متعدد مقامات پر بیس بائیس سال تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ہندوستان میں تحصیل علم کے بعد اپنے استاد گرامی کی مستند تدریس پر فائز رہنے کے علاوہ دہلی بنارس! الہ آباد ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک میں بھی نواب آف ٹونک کے پاس اور پھر مدت مدید تک اپنے آبائی قصبہ میں بیٹھ کر محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دین اسلام کی تبلیغ میں منہمک رہے۔ رات دن رشد و ہدایت درس و تدریس اور ابلاغ و تبلیغ میں مصروف رہتے اور خاص بات یہ ہے کہ ان تمام خدمات کا نہ کوئی معاوضہ لیتے اور نہ ہی کبھی دنیا کا لالچ کیا۔

صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا سید امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے موضع چیمڑ میں ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ میں جن دنوں اجیر شریف میں تھا وہاں علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف شاہ صاحب بہاری عرس پر ہر سال تشریف لاتے تھے وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آج کل حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں درس و تدریس کو چارن رکھا ہوا ہے؟ میں نے بتایا کہ وہ ایک معمولی سا غیر آباد علاقہ ہے وہ

سن کر بڑا متاسف ہوئے کہ آپ جیسی ہمہ گیر شخصیت ایسی کم نام جگہ پر وقت گزارے جب دوسرے سال عرس پر ان سے ملاقات ہوئی تو بیماری صاحب فرمانے لگے کہ میں نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بند یالوی رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تھا کہ آپ یونیورسٹی میں تشریف لائیں آپ کو فی الحال چھ سو روپیہ مشاہرہ ملے گا جوں جوں لوگ آپ کے تبحر علمی سے واقف ہوتے جائیں گے مشاہرہ بڑھتا چلا جائے گا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اس غیر آباد علاقہ ہی کو ذکر مصطفیٰ سے آباد کرنے دو۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی مولانا سید امیر صاحب اجمیری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اجمیر شریف میں دیوان صاحب کے حضور میں علماء کی محفل تھی۔ باتوں باتوں میں مولانا معین الدین صاحب اجمیری کا ذکر چھڑ گیا تو علامہ شاہ سلیمان شاہ صاحب نے کہا کہ اگر آپ نے ہمارے استاذ مولانا یار محمد صاحب قبلہ بند یالوی کو دیکھا ہوتا تو مولانا اجمیری بھول جاتے۔ یہ باتیں سن کر دیوان صاحب کے دل میں حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بند یالوی سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ کہنے لگے کہ انھیں خط لکھو جو مشاہرہ چاہیں گے ہم پیش کر دیں گے، آپ ہمارے مدرسہ میں ضرور تشریف لے آئیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں بغیر مشاہرہ کے اہل بند یال کی خدمت کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ وہاں کی نسبت یہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔ سچ ہے۔ تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں۔

بستر لگا ہے جن کا آقا تیری گلی میں

اس خلوص اور ایثار کے ساتھ آپ نے اس غیر آباد علاقہ میں اپنی تدریسی خدمات کو جاری رکھا۔ اگرچہ یہ علاقہ ایک دور افتادہ علاقہ ہے، لیکن پھر بھی بے شمار لوگ آپ کی ذات سے مستفیض ہو رہے تھے۔ کاشغر، غزنی، قندھار، سوات، کشمیر، پنجاب اور ہندوستان کے ہر گوشے سے علم کے پروانے آپ پر شمار ہوا کرتے تھے۔ انہوں کو تو آپ سے عقیدت تھی ہی، انہی کے دلوں میں بھی آپ کی جلالت علمی جگہ بنا چکی تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں میں مفتی محمد شفیع صاحب جو کیرہ کے مولوی احمد شاہ صاحب اور واں پھر اس کے مولوی غلام سلیم صاحب اس کی بین دلیل ہیں کہ یہ تینوں حضرات فقیہ العصر استاذ العلماء بند یالوی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔

مولوی قادر بخش صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے تعلیمی دور میں آپ عمر کے آخری حصہ میں

پاؤں رکھ چکے تھے اور یہ زمانہ آپ کی جسمانی کم زوری کا زمانہ تھا، لیکن اس کے باوجود نماز باجماعت کے علاوہ تہجد بھی التزام کے ساتھ ادا فرماتے، صبح کی نماز سے قبل بھی درس دیتے اور بعد میں بھی، انکساری کا یہ عالم تھا کہ یوں ہی چٹائی پر بیٹھ جاتے۔ نہ قالین کا انتظام ہوتا اور نہ تکیہ کا، تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر صبح سے شام تک درس و تدریس کا دور چلتا۔ اسباق کی تقریر کے دوران آواز بڑی بلند اور سہر جوش ہوتی۔

صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بہ غرض علاج خوشاب کے حکیم جن بیر شاہ صاحب کے پاس گیا جو کہ حکیم اجل خاں صاحب مرحوم کے شاگرد تھے تو حکیم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں نے انھیں بتایا کہ میں مولانا یار محمد صاحب بند یالوی رحمہ اللہ کا لڑکا ہوں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ میرے ساتھی تھے۔ ہم مدرسہ فتح پوری دہلی میں اکٹھے پڑھتے تھے، لیکن افسوس کہ علم دین کی خدمت میں مولانا صاحب نے اپنی زندگی کو نمک کی طرح پگھلا دیا ہے۔ حکیم صاحب فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میرا بند یال جانے کا اتفاق ہوا۔ ابھی مولانا کی جائے قیام کافی دور تھی کہ مجھے کچھ اونچا اونچا ٹھنڈائی دینے لگا۔ میں سمجھا کہ کوئی وعظ یا تقریر ہو رہی ہے یا ویسے کوئی جھگڑا ہے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کثیر التعداد منتہی طلبہ کا جھگڑا لگا ہوا ہے اور آپ پُر جوش تقریر فرما رہے ہیں۔ جب آپ اسباق سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو اپنی صحت کو تباہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے خود سے اتنا کام لیا تو صحت جلد تباہ ہو جائے گی۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے کہ اب میری عادت ہی ایسی ہو چکی ہے۔

مولوی قادر بخش صاحب تلمیذ قبلہ بند یالوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات صبح کا کھانا قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ بعد از نماز ظہر تناول فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ضعف معدہ کی تکلیف ہو گئی۔ ہفتہ عشرہ کے بعد شکم میں درد کا دورہ پڑتا اور وہ اتنی شدت کا ہوتا کہ دیکھنے والے آپ کی زندگی سے مایوس ہو جاتے۔ بڑی دیر کے بعد آرام آتا، اس کے بعد سخت بخار ہو جاتا اور تمام رات بے چینی میں گزرتی، لیکن دوسرے دن پھر اس طرح اپنے مشاغل میں مشغول ہو جاتے، کوئی نیا آدمی آپ کو دیکھتا تو سمجھتا کہ بالکل خیریت سے ہیں۔ اس سے آپ کی برابری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب بیمار ہوئے تو آپ انہیں ساتھ لے کر حکیم مولوی شاہ محمد صاحب کے پاس بھیرہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو بھی تکلیف تھی چنانچہ حکیم صاحب نے آپ کی نبض دیکھنی چاہی، لیکن آپ نے فوراً کہا: مجھے خیریت ہے، میرے بیٹے محمد عبداللہ کو دیکھو۔ گویا محبوب حقیقی کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف کو نعمت عظمیٰ تصور فرماتے اور اس کو خوشی سے قبول کرتے، علاج معالجہ صرف سنت سمجھ کر ہی فرماتے، لیکن خاص توجہ نہ دیتے تھے۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحب گولڑی کا بیان ہے کہ جب ہم پڑھتے تو ”حمد اللہ“ یا ”قاضی مبارک“ کی تقریر بیان فرماتے ہوئے آپ اتنے جوش میں آتے کہ پاؤں کے زور پر بیٹھ جاتے۔ آپ کی تقریر ان مول موتیوں کا خزینہ ہوتی تھی۔ حمد المبارک کو وعظ ارشاد فرماتے، سننے والوں پر کچھ ایسا سوز طاری ہوتا اور قلوب ایمانی کیفیات سے ایسے سرور ہوتے کہ برسوں کا چڑھا ہوا رنگ یک لخت دور ہو جاتا۔ انداز بیان میں کشش ایسی تھی کہ سننے والوں کو گزرنے والے وقت کا احساس ہی نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے زمانے کی دھڑکن رک گئی ہو اور اس کے قدم ساکت ہو گئے ہوں۔ نیز سورج کی بنفیں بھی ڈوب گئی ہوں۔ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی دینی خدمات کا یہ عالم تھا کہ دن کے تمام تر حصے میں تو پڑھاتے ہی تھے، رات کا کافی حصہ بھی درس و تدریس میں صرف ہو جاتا۔ تہجد کے بعد بھی سبق پڑھانے بیٹھ جاتے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ستر ستر تک طلباء کی تعداد پہنچ جاتی تھی۔ صرف ”خوفۃ اصول فقہ“ حدیث، تفسیر، فلسفہ اور منطق غرض کہ تمام اسباق خود پڑھاتے تھے۔ علوم ظاہری کے علاوہ متلقین باطنی بھی فرماتے تھے۔ طلباء کے اخلاقی و عادات کی طرف بھی خصوصی توجہ ہوتی۔

علائے کے تنازعات میں بھی آپ ہی کی ذات نظر آتی۔ یہ صرف آپ کی شخصیت ہی تھی کہ لوگ مختلف معاملات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ کے کیے ہوئے فیصلوں پر ہر دو فریقوں کو خوشی حاصل ہوتی۔ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ کا بیان ہے: بعض اوقات جب فریقین حاضر خدمت ہوتے تو آپ فرماتے کہ میرے دوستو! آپ پر واضح ہو کہ میں ایک نیک ممل نے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے آج تک دیدہ دانستہ جھوٹ نہیں بولا۔ یہ فرماتے وقت آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔

مجلس میں موجود دیگر لوگ بھی گریہ کناس ہو جاتے۔ آپ فرماتے کہ اللہ کے حکم سے صحیح فیصلہ کروں گا اور تم بھی خدا کا خوف کرتے ہوئے صحیح بیان دینا۔

آپ کی لیاقت اور قابلیت مسلمہ تھی۔ استاذوں کے استاذ تھے۔ نہ صرف عالم تھے بلکہ عالم گرتھے، لیکن اس کے باوجود عجز و انکسار کا پیکر تھے۔

استاذ اکل حضرت مولانا عطاء محمد صاحب بندیا لوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ ایک فیصلہ کے لیے پدھراؤ تشریف لے گئے۔ دونوں فریق قوم اعران سے تعلق رکھتے تھے۔ باہمی اختلاف سے اس قدر شور و غوغا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب آپ نے کلمات زشد و ہدایت بیان کرنے شروع فرمائے تو مکمل سکوت طاری ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں انسان نہیں بلکہ مٹی کے ٹکسے ہیں۔ علامہ موصوف مذکور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس مجلس میں موجود تھے وہ اب بھی یاد کرتے ہیں کہ فیصلہ کرنا اس کا نام ہے۔

حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی محمد شفیع صاحب خطیب سرگودھا صاحب نوانا کے قاضی محمد طفیل کی معیت میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک معمر سفید ریش شخص بھی تھا۔ عرض کرنے لگے کہ یہ بوزھا شخص قاضی ہے۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کیا تھا۔ گواہ تھوڑے تھے، وہ فوت ہو گئے اور نصاب شہادت مکمل نہیں اور قاضی صاحب نکاح سے منکر ہیں۔ حضرت بندیا لوی رحمہ اللہ اس بوزھے قاضی کو مسجد میں لے گئے۔ جب واپس آئے تو بوزھے نے خود کہا کہ میں غلطی پر تھا، میں اپنی لڑکی کا نکاح کر چکا ہوں۔ مسجد میں شاید آپ نے اسے کوئی مسئلہ سمجھایا یا روحانی توجہ کی۔ بہر حال آپ کی وجہ سے اس شخص کی کایا پلٹ گئی اور وہ خباثت کی راہ سے ہٹ کر نیکی کے راستہ پر آ گیا۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ بغیر کسی زور رعایت کے شرعی فیصلہ فرماتے۔ ایک مرتبہ موضع تھچہ میں آپ کے مرید محمد عمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پریشان ہو گیا کہ ایک چھوٹا بچہ بھی ہے، اُس کی پرورش کیسے ہوگی۔ چنانچہ وہ مرید وہاں کے مولوی صاحب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضور! یہ آپ کا خادم اور مرید ہے، اپنی بیوی کو غلطی سے تین طلاقیں دے بیٹھا

ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا لڑکا ہے، عورت تحلیل شرعی پر تیار نہیں۔ اس کا کوئی حل تلاش فرمادیں۔ محمد عمر نے بھی رونا شروع کر دیا کہ حضور! میرا خانہ خراب ہو گیا۔ مہربانی فرماؤ اور میرے گھر کو بساؤ۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمھارا مرشد تب ہی ہوں گا جب کہ تمھارے لیے حرام کو حلال کر دوں۔ جب تم خود تین طلاق کا اقرار کرتے ہو تو بغیر تحلیل شرعی کے وہ عورت تمھارے لیے کیسے حلال ہو سکے گی؟ جب محمد عمر ناامید ہو گیا تو ایک ملک صاحب کو ساتھ لے کر ایک دیوبندی مولوی کے پاس چلا گیا۔ ملک صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ جناب! عورت پہلے سے اس کی تابع نہ تھی اس لیے اب وہ تحلیل وغیرہ کو بالکل نہیں مانتی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان بات ہے۔ مرد اور عورت دونوں سامنے والے تالاب میں سات سات غوطے لگائیں پھر میرے پاس آئیں، میں نکاح پڑھ دوں گا۔ چنانچہ مرد اور عورت سے سات سات غوطے لگوانے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے نکاح پڑھ دیا۔ دو تین ماہ تک مرد و عورت زنا کرتے رہے۔ آخر کسی نے عورت کو بتا دیا کہ تیرے ساتھ جعل سازی کی گئی ہے۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ تیرا نکاح اب عمر کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ وہ عورت واپس چلی گئی اور لوگوں کو علامہ ہندیا لوی کے فیصلہ کے متعلق بتایا۔ وہ لوگ موضع گنجیال کے مولوی احمد دین صاحب کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی۔ مولوی صاحب تھے تو دیوبندی، لیکن حضرت ہندیا لوی رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ اور حقانیت سے واقف تھے۔ انہوں نے فوراً ایک آدمی آپ کی خدمت میں بھیجا اور حقیقت حال سے واقفیت چاہی۔ آپ نے تمام احوال سے انھیں مطلع کیا۔ چنانچہ حضرت ہندیا لوی رحمہ اللہ کا جواب ملنے پر مولوی صاحب نے اس کا نکاح کسی اور مرد کے ساتھ کر دیا۔

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ میں نے استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ کی بعض قلمی تقاریر دیکھی ہیں جو کہ آپ نے حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ سے دورانِ تعلیم منضبط کی تھیں۔ آپ سبق کی تقریر قلم بند فرماتے ہوئے بعض مقامات پر تحریر فرماتے ہیں: ”سبحان اللہ کیف یقررنا استاذنا فی سبق ما مر“ مطلب یہ ہے کہ جب مقام مشکف ہو جاتا اور تقریر زہن نشین ہو گئی تو آپ کے قلم سے بے ساختہ یہ کلمات حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ سے متعلق صادر ہوئے۔

تاثیر وعظ

تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ وعظ و تذکیر سے بھی گرم کشنگانِ راہ ہدایت کی رہ نمائی قرآن و حدیث کے اسرار و رموز پر مشتمل وعظ ہر جمعہ کو فرماتے جو کہ نہایت سوز و گداز اور عشق و محبت سے لب ریز ہوتا۔ باوجود ایک جلیل القدر محقق و مدقق ہونے کے تقریر بالکل سادہ اور عام فہم ہوتی جس کو ہر خواندہ و ناخواندہ یکساں سمجھتا۔ آپ کے بیان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے وہ کشش رکھی تھی کہ علاقہ تھل اور سون کے لوگ کھینچے آتے تھے اور ایک عظیم اجتماع ہوتا تھا، تاحدنگاہ انسان ہی انسان نظر آتے۔ اُس وقت لاؤڈ اسپیکر نہ ہوتا تھا، لیکن پھر بھی دور دور والے لوگ بھی یوں ہی سمجھتے کہ حضرت قبلہ بالکل قریب بیان فرما رہے ہیں۔ قدرت نے آپ کی آواز میں یہ خاصیت رکھی تھی کہ دور و نزدیک والے برابر سنتے تھے اور دیکھنے والے کو یہ کہنا پڑتا تھا کہ اسنے بڑے مجمع کے ہر فرد تک آواز کا پہنچانا یہ روحانی طاقت ہے، اس کے سوا یہ امر ناممکن ہے۔ اس سبب کے باوجود قدرت نے آپ کے وعظ میں وہ تاثیر و دلچسپی فرمائی تھی کہ رقت ہوتی اور سوز و گداز کا یہ عالم ہوتا کہ ہر جوان اور بوڑھا یہ چشم تر ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ہر وقت اطاعت خداوندی کا جذبہ موج زن رہتا۔ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یہی حالت رہتی۔ پھر دوسرے جمعہ پر جب وعظ سے مشرف ہوتے تو پھر وہی جہلی یاد تازہ ہو جاتی۔ اس طرح سے ہر ایک کو اطمینانِ قلب کا سامان میسر ہوتا۔ لوگ بے نمازی آتے تو نمازی بن کر جاتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے عداوت لے کر آتے تو آپ کی مجلس سے اخوت و برادری کا درس حاصل کر کے جاتے۔ آتے وقت اگر فراق و فجو ر کے رسیا ہوتے تو جاتے وقت قصر توبہ کے امین ہوتے۔ احباب کا یہ کہنا ہے کہ جب کبھی آپ کسی دوسری جگہ وعظ و تذکیر کے لیے تشریف لے جانے کا پروگرام مرتب فرماتے تو اس شہر والے پہلے ہی سے تیاریاں شروع کر دیتے۔ طہارت و صفائی کا اہتمام کرتے۔ مساجد نمازیوں سے بھر پور نظر آنے لگتیں۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کا اظہار کرتے اور جب آپ کا نورانی ایمان انفرز بیان ہوتا تو آپ کے وعظ مبارک کی برکت سے چالیس دن تک حالتِ دگرگوں رہتی! ایسا معلوم ہوتا کہ ہم کسی اور عالم میں پھر رہے ہیں، عبادات میں سرور آتا، ریاضات میں لذت محسوس ہوتی، ذکر و اذکار میں سکون میسر ہوتا، تسبیح و تحلیل میں قرار حاصل ہوتا اور لوگ کہتے کہ

تقریریں تو ہم نے دیگر علما کی بھی سنی ہیں، لیکن جذبِ مستی، کیف، وسوسہ، عشق و محبت، سوز و گداز اور اتباع و اطاعت کی تڑپ آپ ہی کے بیان سے پیدا ہوتی ہے دیگر علما کے مواظبا اس سے بیکر خالی ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کی ذات ستودہ صفات، اگر ایک طرف علم و فضل کا منبع تھی تو دوسری طرف عرفان و عمل کا مصدر تھی۔ اگر ایک طرف شریعت و طریقت کے پیشِ دانت تھے تو دوسری طرف حقیقت و معرفت کے رہ نما تھے، علوم ظاہری و باطنی کا حسین احتِراج تھے۔ آپ عالم بھی تھے تو عامل (بالعمل) بھی تھے۔ سالک بھی تھے تو عارف بھی تھے، بلکہ ان سب سے بڑھ کر آپ عالم گز عارف گراور عظیم کامل ولی تھے۔

۔ قرنِ بابا بید کا پیدا ایک صاحب دے لشو

بایزید اندر خراسان یا اولیس اندر قرن

چنانچہ موضع چھپر شریف علاقہ سون میں ایک دفعہ تشریف آوری ہوئی اور آپ کا یہاں دُر فشاں ہوا۔ مدت گزر چکی ہے لیکن اب تک اس مجلس میں حاضر ہونے والے اس پر کیف مجلس کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیا تاثیر تھی اس پاکیزہ وعظ کی کہ معلوم ہوتا تھا پہاڑ کے ڈھیلے اور ٹکریاں بھی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔

فخرِ الاتقیا فقیر سلطان علی صاحب نقشبندی ساکن موضع شاہ والا شمالی فرماتے ہیں کہ شاہ والا سے ہر جمعہ پر ہم حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ میں نے اپنی تمام عمر میں دو حضرات کے وعظ سنے ہیں: ایک خواجہ غلام حسن صاحب نقشبندی رحمہ اللہ سواگ شریف (لیہ) کا اور دوسرا قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ کا۔ دونوں کے وعظ میں آسمان فیض کے دروازے کھل جاتے تھے اور ہر ایک حاضر ہونے والے کے دل پر فیضان کی بارش ہوتی تھی۔ مجمع میں کھڑے ہو کر اپنے فسق و فجور سے توبہ کرتے اور اطاعت و عبادت خداوندی کا عہد کرتے۔

تلامذہ

قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے شاگردوں کا برصغیر پاک و ہند میں جال بھیلّا ہوا ہے، لیکن انیسویں صدی ہندوستان کے قیام کے دوران آپ سے استفادہ کرنے والے فضلا کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا ورنہ ان کے اسما کی ایک طویل فہرست مرتب ہوتی کیوں کہ آپ کے بعض

اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرمایا: جب میں نواب ٹونک کے پاس گیا تھا تو اس وقت میرے پاس تقریباً چالیس طلبا کتب منتہی پڑھتے تھے۔

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے بنارس میں ایک جلسہ دستار فضیلت کرایا تھا جس میں حضرت محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمہ اللہ کو مدعو کیا گیا تھا۔

ہندوستان میں تدریسی زندگی کے کارہائے نمایاں کو منظر عام پر لانے سے فی الوقت ہم قاصر ہیں۔

مشہور عالم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبہ دینیات علامہ شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا نورانی بیان ہر سال اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر ہوتا تھا کہ لوگ تین تین سو میل کا طویل سفر طے کر کے آپ کے وعظ مبارک سے فیض یاب ہوتے۔ بندیاں میں آپ کی تدریس کے آخری دور میں وہ ہستیاں آپ سے مستفیض ہوئیں جن پر ساری قوم کونا زہے۔ معقول و منقول میں ماضی قریب کے سب سے بڑے جید عالم و فاضل بلکہ امام استاذ العلماء مولانا علامہ الحاج المافظ عطا محمد صاحب چشتی گولڑوی بندیا لوی رحمہ اللہ آپ کی ذاتِ اقدس سے مستفیض ہوئے۔ آپ صرف عالم و فاضل ہی نہیں، بلکہ عالم گز ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا جال ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے اور یہ سب حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے فیضانِ نظر ہی کی برکت ہے۔

شیخ القرآن مولانا علامہ پیر ابو الحقائق محمد عبدالغفور صاحب چشتی ہزاروی حضرت قبلہ استاذ العلماء رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ جناب علامہ ہزاروی رحمہ اللہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کی جاوید بیت و محبوبیت اور اعلیٰ ترین مقام کے اظہار کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ آپ شمس العرفا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کے منظورِ نظر تھے اور قبلہ عالم صاحب زادہ سید غلام محی الدین صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ اور مقبول ترین ہیں۔

مولانا علامہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ پیر زکی (حضر) والے بہت بڑے علامہ تھے۔ حضرت قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ جب مولانا صاحب یہاں بندیاں میں پڑھتے تھے تو میں چھوٹا تھا۔ اس لیے مجھے ان سے تعارف نہ تھا۔ ایک مرتبہ ان کے مدرسے کا سالانہ اجتماع تھا۔

کافی علمائے کرام مدعو تھے۔ مجھے بھی انھوں نے دعوت نامہ ارسال فرمایا۔ جب میں ان کے مدرسہ میں پہنچا تو وہاں مولانا موجود تھے۔ ظاہری طور پر کوئی ٹھانڈا ہاتھ نہ تھا، بالکل سادہ عام لوگوں کا لباس تھا۔ میں ان سے ملا ضرور مگر ان کو پہچان نہ سکا۔ اپنے خیال میں ابھی ان سے نہیں ملا تھا۔ ذہن میں یہ تھا کہ شاید وہ کہیں باہر ہوں گے۔ کچھ دیر بعد میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ مولانا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے اشارہ بتایا کہ یہی مولانا صاحب ہیں۔ میں حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا فاضل اور اتنے بڑے مدرسے کا مہتمم بلکہ یوں کہیے کہ سینکڑوں علماء کا استاذ لیکن سادگی اور انکساری کا یہ عالم کہ ایک نووارد آدمی انھیں ایک عام انسان سمجھے۔

علاوہ ازیں مولانا عبدالمنان صاحب خطیب راولپنڈی، مولانا محمد سعید وال پھر اس ضمن ملتان، مولانا فتح محمد صاحب گولڑہ شریف، مولانا محمد سعید صاحب خطیب ماڑی انڈس، مولانا قادر بخش صاحب سابق مدرسہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، مولانا پیر سید وارث شاہ صاحب بھور شریف عینی خیل، مولانا عبدالرحیم صاحب کاشغر، مولانا عبدالخالق صاحب ریاست سوات، پیر سید عبدالحق شاہ صاحب قادری تاندلیاں والا فیصل آباد، سید عبید اللہ شاہ بخاری موچہ میاں والی، مولانا اللہ وسایا مہر و شریف اور دیوبندیوں میں سے مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھا۔ مولوی سید احمد شاہ صاحب آف چوکیہ اور مولوی غلام یسین صاحب آف وال پھر اس خاص طور پر نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء نے آپ کی خوشہ چینی کی اور مستفیض ہوئے۔

تحریک پاکستان میں حصہ

اکابر اہل سنت، مشائخ عظام اور علمائے کرام نے ہر آڑے وقت میں دین و ملت کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور قوم کی رہنمائی فرمائی ہے۔ جب بھی کبھی طاغوتی طاقتوں نے مذہب حق سے ٹکرائی ہے تو اکابر اہل سنت نے مذہب و ملت کی پاس بانی کے لیے اپنی جان مال اور اولاد سب کچھ حاضر کر دیا، لیکن دین مصطفیٰ کو آنچ نہ آنے دی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کون شخص ناواقف ہے۔ دنیا کو معلوم ہے کہ اس تحریک میں کن لوگوں نے دین کی خاطر جان و مال کی قربانیاں دیں اور کن لوگوں نے ظالم اور غاصب انگریزوں کی کاسہ لیس کی۔ اہل سنت کے جن اکابر علماء نے انگریزوں کے فتویٰ جہاد مرتب کیا اور اس کی عام تشہیر کی ان میں مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی

عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی صاحب کاتئی اور مولانا احمد اللہ شاہ صاحب مدرسی وغیرہم پیش پیش تھے۔ ان علماء کو اس جرم کی پاداش میں سخت تکالیف دی گئیں۔ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی کو جزائر انڈیمان میں قید کر کے بھیجا گیا۔ مولانا کاتئی کو مراد آباد جیل سے متصل برسر عام سولی پر چڑھایا گیا اور کثیر لوگوں کو گولیوں سے آڑا دیا گیا صرف اس جرم کی پاداش میں کہ انھوں نے حق و صداقت کا اظہار کیا تھا لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی امت نجدیہ کے لوگ ان حق پرست علماء کو انگریز کا پٹھو کہتے ہیں۔

علمائے اہل سنت کو انگریز کا ایجنٹ کہنے والو! کیا یہ سزائیں انھیں اس جہنمی کے صلے میں ملی تھیں؟ خدا کے بندو! ذرا تعصب کی عینک اتار کر دیکھو کہ انگریز کے ایجنٹ کون تھے اور انھوں نے حق نمک کس طرح ادا کیا تھا اور انگریز کس کی کارگزاریوں سے خوش تھا؟

”حیات طیبہ“ کا مطالعہ کیجیے! اس کے صفحہ نمبر ۵۰۵ پر آپ کو نظر آئے گا کہ

”لارڈ بیٹنگ سید احمد کی بے نظیر کارگزاری (اسجی دور دلائی) سے بہت خوش تھا اور

خوش بھی کیوں نہ ہوتا جب کہ یہ لوگ انگریز کا دفاع اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کلکتہ میں سکھوں کے خلاف وعظ فرما

رہے تھے۔ اٹاے وعظ کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں کے خلاف

جہاد کا وعظ کیوں نہیں کرتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں۔ تو اس کے جواب میں مولوی

اسماعیل صاحب نے کہا: ... انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں اور

چوں کہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں، ہمارے مذہب کی رو سے ہم پر یہ فرض ہے کہ

انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں ہم شریک نہ ہوں۔“

(تواریخ مجیبہ ص ۳۷، تاریخ مذاہب اسلام ص ۶۶۰ مطبوعہ لاہور)

اور سکھوں سے بھی جہاد کی حقیقت یہ تھی کہ نام سکھوں کا تھا اور لڑائی مسلمانوں سے تھی۔

چنانچہ لکھا ہے:

”سید صاحب نے پہلا جہاد مسٹری یا محمد خاں حاکم یاجستان سے کیا تھا۔“

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰)

اب آپ پر تمام حقیقت بہ خوبی واضح ہو چکی ہے کہ ایجنٹ خود، الزام اہل سنت پر!

ع شرم ان کو گھر نہیں آتی

جب تحریک پاکستان کا شور اٹھا تو تمام اکابر اہل سنت نے مسلم قوم کی راہ نمائی فرمائی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس میں عدیم المثال آل انڈیائی کانفرنس منعقد کی جس میں پانچ ہزار اکابر اہل سنت، مشائخ عظام اور علمائے اہل سنت نے شرکت فرما کر مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کی اور برصغیر ہندو پاک کے مختلف علاقوں کے دورے کر کے قوم کو بیدار کیا اور بانی پاکستان کی پوری پوری تائید کی جن میں سے (۱) امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (۲) غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات صاحب قادری (۳) شیخ الاسلام و المسلمین خواجہ محمد تہ الدین صاحب سیالوی (۴) قبلہ عالم سید غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف (۵) پیر آف ماکی شریف (۶) مجاہد ملت علامہ عبداللہ صاحب بدایونی (۷) مولانا محمد بخش صاحب مسلم لی۔ اے پی۔ تھے جب کہ اس وقت امت دیوبندیہ کے جلیل القدر علمائے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور کانگریس میں شامل ہو کر نہرو اور گاندھی کی خوش نودی حاصل کی۔ قائد اعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا اور یہاں تک کہا کہ

”دس ہزار جناح اور شوکت جواہر لال نہرو کی جوتی کی لوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں۔“ (چشتیان مصنفہ ظفر بی بی ص ۱۰۱)

”اور مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سب سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔“ (ایضاً)

اور یہاں تک دعوے کیے کہ کسی ماں نے کوئی لال ہی نہیں جنا جو پاکستان کی ”پ“ بھی بنا سکے۔ اس وقت علمائے اہل سنت ہی میدان میں آئے اور حصول پاکستان کی محرک جماعت مسلم لیگ کی پوری پوری امداد فرمائی۔ ان کے صرف مولوی شبیر احمد عثمانی بے چارے مسلم لیگ میں تھے۔ ان کا بھی جو انھوں نے حال کیا وہ کسی پر فحشی نہیں۔ اس کو اس صلہ میں ”ابو جہل“ کا لقب دیا اور اسی قسم کے دیگر فحش پوسٹر چھپوا کر دیوبندی دیواروں پر چسپاں کیے گئے۔

اس دور میں قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمہ اللہ نے بھی دیگر اہل سنت کی طرح تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ اس وقت ضلع سرگودھا کے اکثر امرا یونینسٹ تحریک کے حامی تھے اور مسلم لیگ کا نام بھی نہ سن سکتے تھے۔ ادھر اس علاقہ کے دیوبندی مولوی بھی بدوجہ کانگریسی ہونے کے نیز ملک خضر حیات ٹوانہ کے زرخرید ہونے کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف

دھواں دھار تقریریں کرتے تھے اور قائد اعظم کو طرح طرح کی گالیاں دیتے تھے۔ اس نازک موقع پر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے۔ یا نگ دہلی اعلان فرمایا کہ مسلم لیگ کی امداد کرنا ضروری ہے۔ امرا طبقہ نے جب یہ بات سنی تو بہت برا بیچھتہ ہوئے لیکن آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف کفر کا۔ چوں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لیے اس سے کتنا اسلام سے کتنا ہے۔ آپ ہر جمعہ کے دن پر زور بیان فرماتے۔ چنانچہ ہزار ہا آدمی مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور آخر بزرگان دین کی ہمت و جفا کشی اپنا رنگ لائی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کی عظیم اسلامی مملکت پاکستان دنیا کے نقشہ پر ابھرا۔

آفتاب علم و عرفان کا غروب

موت العالم موت العالم

اگر یہ مانتے ہو موت عالم موت عالم ہے

تو موت مرشد کامل کا بولوا نام کیا ہوگا؟

حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمہ اللہ نے کوئی نصف صدی سے کچھ کم عرصہ تک پاک و ہند اور افغانستان وغیرہ سے چل کر آنے والوں کو رشد و ہدایت کا درس دیا، سینکڑوں کے دامن ظاہری علوم سے بھر دیے اور ہزاروں کی جھولیاں باطنی علوم کے فیوض و برکات سے پر کر دیں، کئی اپنی دنیاوی مرادیں اس در سے پا کر لوٹے تو کئی دینی سعادت سے ہم کنار ہو کر کام دان و کام یاب ہوئے جو علاقہ کے لوگوں کے لیے سفر گاہ تحقیق کی آخری منزل بنا رہا، جس نے دنیا والوں کو بہت کچھ دیا مگر کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا کہ آپ اپنی مساعی جمیلہ کا اجر لینے کے لیے اپنے مولا و آقا کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کے وصال کا ظاہری سبب وہ بیماری ہوئی جس کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں درد ہو جاتا تھا۔ دوا سنت سمجھ کر استعمال کرتے جس سے کچھ افادہ ہو جاتا لیکن چند دن بعد پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ آٹھ دس سال کی متواتر تکلیف سے کافی ضعف پیدا ہو چکا تھا۔ بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی بیماری و وفات نے دل کو اور کم زور کر دیا تھا۔ آخر کار ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو علم و عرفان کا یہ عظیم آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو

گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا اور چہرہ پر شادابی اور بشارت کے آثار موجود تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اپنی رضا مندی اور خوشی سے اپنے خالق کی ملاقات کے لیے جا رہے ہیں اور اس وقت معلوم ہو رہا تھا کہ ایک اللہ والا ہزاروں انسانوں کو تنہا چھوڑ کر جا رہا ہے۔

۔ کشکشان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است
مزار اقدس:-

آپ کا مزار اندس بندیاں شہر کی جنوبی جانب شہر سے متصل مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور ہزار ہا عقیدت مندوں کی ارادت و عقیدت کا مرکز ہے۔ ہر سال آپ کی تاریخ وصال پر یعنی ۲۱، ۲۲ محرم الحرام عرس مبارک منعقد ہوتا ہے جس میں ملک بھر کے اکابر علماء کرام اور صوفیہ عظام تشریف لا کر اپنے فیوض و برکات سے حاضرین کو مستفید فرماتے ہیں۔

حلیہ مبارکہ

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیاں لوی رحمہ اللہ الباری دراز قد تھے جسم میانہ تھا نہ بہت موٹے اور نہ ہی بہت ڈبلے بلکہ درمیانہ جسم کے مالک تھے چھاتی چوڑی اور بدن نہایت مضبوط ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دراز تھیں رنگ گندی نہایت ملاحظہ والا داڑھی مبارک گھنی آخری عمر میں جب مہندی لگاتے تو اتنی خوب صورت معلوم ہوتی کہ جیسے طلا کی تاریں چمکتی ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب (خطیب ماڑی اندس) فرماتے تھے کہ اگر کسی نے علما میں سے خوب صورت شخص کو دیکھنا ہو تو وہ حضرت علامہ بندیاں لوی کی زیارت کرے۔

آپ کا وجود بہت بڑا بہت تھا اگر کسی کو چہ سے گزرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ تمام کو چہ آپ کے رعب سے پڑے۔ جو کوئی دیکھتا السلام علیکم کہتا ہوا آپ کے سامنے جھک جاتا۔ غرض کہ حضرت صاحب بندیاں لوی رحمہ اللہ صورت و سیرت کا ایک حسین امتزاج تھے۔

اخلاق و محاسن

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی طبیعت میں نہایت ہی سادگی اور انکساری تھی۔ خدمت خلق اور لوگوں کے کام آنے کا جذبہ ہر وقت سینے میں موج زن رہتا تھا۔ آپ کی طالب علمی زمانہ میں موضع موڑہ میں ایک طالب علم آپ سے ”سکندر نامہ“ پڑھتا تھا جو کہ اس سفر میں آپ کا ساتھی تھا۔ اگر آپ چاہتے تو اس سے اپنا سارا کام کر دیا سکتے تھے، لیکن آپ تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر اپنا ہر کام خود کر لیا کرتے حتیٰ کہ اپنی روٹی لینے کے لیے خود شہر میں جایا کرتے تھے۔ مسجد کے امام نے جب آپ کی معصومانہ عادات اور ملکی صفات کو دیکھا اور آپ کی ذہانت سے مطلع ہوا تو آپ کو روٹی لانے سے روک دیا اور آپ کے لیے خود شہر سے روٹی لانے لگا اور اس کام میں فخر محسوس کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سردیوں کا موسم تھا۔ بارش موسلا دھار شروع ہو گئی تمام طلباء مدرسہ میں بھوکے بیٹھے تھے کسی کو محلے سے کھانا لانے کی جرأت نہ تھی۔ آسمان سے بارش چمچ چمچ برس رہی تھی بارش کا خوف اپنی جگہ تھا اور کچھ کا ڈرا لگ۔ پھر اپنی جگہ پر یہ خدشہ بھی کسی حد تک درست تھا کہ کہیں سے روٹی ملے بھی یا نہیں؟ چھوٹے چھوٹے طالب علم سوالیہ نگاہوں سے بڑے بڑے طالب علموں کی طرف دیکھتے اور بڑے طالب علموں کی نگاہیں آسمان سے ہو کر پھر اپنی طرف لوٹ آتیں۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ سے نہ دیکھا گیا۔ موسلا دھار بارش کے باوجود آپ نے اللہ کا نام لیا اور مدرسہ سے باہر نکلے۔ آپ سب سے پہلے ایک لوہار کے گھر گئے جو کہ نہایت پاکیزہ اخلاق کا مالک تھا۔ اس نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ اتنی تکلیف گوارا فرما رہے ہیں؟ قبلہ فقیہ العصر فرماتے تھے کہ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میرے ساتھیوں کی تعداد دریافت کی۔ میں نے بتایا کہ بارہ ساتھی ہیں۔ وہ پاک باز شخص اٹھا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ فوراً بارہ آدمیوں کے کھانے کا بندوبست کریں۔ اس عقیفہ نے جلدی جلدی روٹی پکادی اور میں جلدی جلدی لے کر مدرسہ میں پہنچ گیا۔ ساتھی میرے اس طرح جلدی واپس آنے پر بڑے حیران ہوئے۔ میں نے انھیں تمام واقعہ سنایا۔ وہ سب اس لوہار کو دعائیں دینے لگے۔

آپ کی شخصیت ظاہری محاسن کے علاوہ باطنی محاسن کی بھی حامل تھی۔ زبان سے ہمیشہ ہندو نصائح کے کلمات ادا ہوتے اور ان میں اثر بھی ہوتا تھا جس کی وجہ سے کئی فاسق و فاجر تہجد گزار بن گئے، سخت مزاج انسان نرم خو بن گئے۔ یہ تھا آپ کے اخلاق و محاسن کا ایک ادنیٰ سامونہ۔

معمولات

حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر نہایت سادگی سے بے لوث خدمتِ دین اور مجاہداتِ نفل میں گزاری۔ تمام دن سینکڑوں تشنگانِ علوم ظاہری و باطنی کو ذرا لالہ فیض سے سیراب فرماتے اور خلقِ خدا کی اصلاح فرماتے۔ کسی کو کوئی ورد و وظیفہ بتایا جا رہا ہے تو کسی کو نماز فرض کے ساتھ تہجد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ کسی کو اخلاقی حسنہ کا درس دیا جا رہا ہے۔ کوئی ظاہری بیماری کی شفا کے لیے در اقدس پر حاضر ہے۔ تو کوئی صفائی قلب کی تمنا لیے کھڑا ہے۔ مسلمان تو مسلمان، ہندو بھی اس سرچشمہ فیض سے سیراب ہو رہے ہیں! انتہائی خطرناک مرض والے ان واحد میں شفا یاب ہو کر شاداں و فرحاں جا رہے ہیں۔ سانپ کے ڈسنے کا دم آپ کا انتہائی مجرب ہے۔ سینکڑوں مریضوں نے اس مہلک مرض سے نجات پائی۔ بعض دفعہ آپ سانپ کے ڈسنے کی جگہ پر لعاب دہن لگاتے تو زہر کا فورہ ہو جاتا۔ سبحان اللہ! لعاب مبارک گویا اکسیر تھی جو صرف مار گزیدہ کے لیے ہی تریاقِ اکبر نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ظاہری و باطنی بیماری کی شفا و دہشت فرمائی تھی۔ دن میں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وعظ و ارشاد سے فرصت نہیں ملتی۔ اسباق شروع ہیں۔ مسائل پوچھے جا رہے ہیں۔ شرعی فیصلے ہو رہے ہیں اور تاریخوں پر اس طرح سینکڑوں آدمی حاضر ہوتے ہیں گویا سیشنِ حج کی عدالتِ عالیہ ہے۔ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوش نودی کی خاطر آپ نے خلقِ خدا کی مفت خدمت کے لیے اپنا قیمتی وجود وقف کر دیا ہے اور رات کی یہ کیفیت تھی کہ ولی محمد صاحبِ موعظی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ موضعِ دین والا میں فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا۔ جب رات ہوئی تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ کافی دیر تک علم و معرفت کی پر نور مجلس گرم رہی۔ تشنہ لب اپنی سیرابی کا سامان حاصل کرتے رہے جب سب لوگ چلے گئے تو آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کافی دیر تک نوافل ادا کرتے رہے پھر چار پائی پر تشریف لا کر بیٹھ گئے وہاں بیٹھے بیٹھے ہی اگر نیند پوری کر لی ہو تو مجھے

معلوم نہیں ورنہ جتنی دفعہ بیدار ہوا تو آپ کو اسی طرح بیٹھے پایا جیسے کہ پہلے تشریف فرما تھے۔ تمام رات اپنے بستر کو چار پائی پر بچھایا تک نہیں۔ اسی طرح ساری رات بیداری میں ہی محبوبِ حقیقی کے حضور حاضر رہے۔

واں بھجراں کی عائنہ بنت میاں شیر کا کہنا ہے کہ واں بھجراں کے کافی لوگ جمعۃ المبارک بندیاں آکر ادا کرتے اور حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سنتے جس میں عورتیں بھی کثیر تعداد میں شریک ہوا کرتیں۔ میں بھی حاضر ہوا کرتی تھی۔ بعض اوقات بندیاں میں ہی قبلہ استاذ العلماء فقیر العصر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر رات بسر کرنی پڑتی۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ آپ آدمی آدمی رات تک کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں اور پھر اس کے بعد مصلیٰ پر نوافل ادا فرما رہے ہیں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ کڑوے تیل کا چراغ جل رہا ہے اور آپ مصلیٰ پر تشریف فرما ہیں۔ آپ اپنی انگلی تیل سے تر کر کے آنکھوں پر لگا رہے ہیں۔ میں چوں کہ بیدار تھی میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نیند آنے لگی تھی کڑوا تیل لگا رہا ہوں۔ مذکورہ بی بی بیان کرتی ہیں کہ جب میں رات کو قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں سوتی تو خواب میں چھوٹے چھوٹے بچے نظر آتے۔ میں نے عرض کی کہ حضور! ان کی چیخیں چھاؤ تو مجھے سونے نہیں دیتی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ کہتے ہوں گے اس وقت اٹھ کر اللہ کو یاد کرو آپ کو ساری ساری رات اس طرح بیداری میں گزارتے ہوئے دیکھ کر میں بڑی حیران ہو جاتی کہ کتنی بڑی شخصیت ہے اور کس شان سے ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہے۔

حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ آپ گھر میں رات کے وقت نیم درازی کی حالت میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے اور رات کا کافی حصہ اس طرح گزر جاتا۔ اسی حالت میں اگر کچھ نیند آگئی تو آگئی ہو ورنہ پورے آرام کے ساتھ بستر پر تشریف فرمانہ ہوتے اور تہجد کے وقت نوافل ادا کر کے ذکر و فکر اور مراقبہ میں صبح کی نماز تک مشغول رہتے۔ رات کو جب کبھی بھی بیدار ہوتا تو یا آپ کو کتبِ نبوی میں مشغول پاتا یا دیے بیٹھے ہوئے ذکر و فکر میں محو پاتا۔ میری چار پائی بھی چوں کہ آپ کے نزدیک ہی ہوتی تھی۔ اس لیے مجھے تہجد کے وقت جگاتے اور اس مبارک وقت میں اسباق پڑھاتے اور فرماتے کہ ان میں میں مرتبہ اور اس وقت میں ایک مرتبہ پڑھنا برابر ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے واقعی سبقِ جلدی یاد ہو جاتا۔

تھوڑے سے وقت میں ”الذیہ“ کے دس دس شعر یاد کر لیتا۔ اس وقت میری عمر بہت کم تھی۔ نصاب ضروری رسالہ عبد الواسع جو اہر ترکیب چار گزار کا سبق عنایت فرماتے۔ بعد میں قانونیہ محمد امیری قلمی پڑھاتے۔ گویا ساری رات محبوب حقیقی کی یاد میں گزاری۔

مولوی غلام یسین صاحب کا بیان ہے کہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء نے اپنے وجود کی کوئی پروا نہیں کی۔ سخت تر مجاہدات و ریاضات کر کے اپنے آپ کو کم زور کر دیا۔ دن میں تدریس و تبلیغ کی عظیم مصروفیت کے لمحہ بھر فرصت نہیں ملتی اور رات کا یہ عالم تھا کہ تمام رات آنکھوں میں گزاردی۔ میں نے ایک دن عرض کیا: حضور! عالم کی نیند دوسرے کے نوافل اور کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے۔ آپ کم از کم رات تو آرام کی گزرا کریں، لیکن آپ نے سوائے تقسیم فرمانے کے کوئی جواب نہ فرمایا۔

فخر الاتقیاء والاصفیاء فقیر سلطان علی صاحب خلیفہ مجاز قبلہ عالم خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء میرے برادر محترم میاں مہر علی صاحب مرحوم کی فاتحہ خوانی کے لیے یہاں شاہ والا میں تشریف لائے، دوران قیام ذکر واذکار کی مجلس گرم رہی۔ رات کو میں حضرت قبلہ فقیہ العصر کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے ساری رات اپنے محبوب حقیقی کے ذکر واذکار میں گزاردی اور لمحہ بھر کے لیے بستر استراحت پر تشریف فرمانہ ہوئے۔ کبھی کبھی بازو کی ٹیک لگا لیتے تھے، کبھی دائیں بازو کی اور کبھی بائیں بازو کی اور مراقبہ و استغراق میں تمام رات گزاردی۔ صبح طور پر چار پائی پر لیٹے بھی نہیں گویا حضرت قبلہ مرحوم آیہ کریمہ ”وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ لِبِئْسَ ثَمَرًا سُبْحًا وَ قِيَامًا“ کی عملی تفسیر تھے۔ آپ تمام دن مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیتے اور ساری ساری رات خالق اکبر کے حضور عجز و نیاز میں گزار دیتے۔ یہ تھا حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء مرحوم کے معمولات کا مختصر سا خاکہ۔

فقیہ العصر استاذ العلماء کی اولاد

اللہ رب العزت نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء کو تین فرزند عطا کیے:-

صاحب زادہ محمد عبد اللہ صاحب (متوفی ۱۹۴۰ء):-

آپ قبلہ بند یا لوی رحمۃ اللہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ استاذ العلماء کی حیات ظاہری ہی میں اور اپنے عالم شباب میں محبوب حقیقی سے جا ملے۔ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔

یہ آپ کے شریفانہ اوصاف ہی کی وجہ تھی جو اکثر حضرات کے ساتھ رہا کرتے۔ آپ اپنے کھانے پینے میں انھیں شامل رکھتے۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس جوان عمر میں اتنے بلند اخلاق کا مالک ہونا عبد اللہ ہی کا خاصا ہے۔ اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ مادر زاد ولی تھے عموماً جس طرح بات کہہ دیتے اسی طرح ظہور پذیر ہوتی۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔ بعد میں تکمیل کے لیے مولانا عطا محمد صاحب بند یا لوی رحمۃ اللہ کے پاس جامعہ فتحیہ لاہور چلے گئے۔ حافظہ غضب کا پایا تھا جو بات ایک بار سن لیتے اسے یاد رکھتے۔ آپ نے علوم و فنون میں بڑی مہارت پیدا کی، لیکن اس سے استفادہ حاصل نہیں کیا جاسکا کیوں کہ آپ جلد ہی اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کر گئے۔ زندگی نے وفاندگی اور لوگ آپ کی حیات ظاہری سے مستفیض نہ ہو سکے، لیکن آپ کی قبر آج بھی لوگوں کے لیے منبج فیض و برکت ہے۔

مع حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھاگے

الحاج صاحب زادہ محمد عبد الحق صاحب مدظلہ:-

آپ قبلہ فقیہ العصر کے مغلطے صاحب زادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی سے حاصل کی ہے۔ بعد ازاں متعدد مشاہیر اساتذہ سے ہندیال میں رہ کر استفادہ کیا اور بعض سے باہر رہ کر بھی فیض حاصل کیا۔ ان میں سے حضرت العلامة مولانا عطا محمد صاحب مولانا محمد الدین صاحب بدھوی، مولانا محبت النبی صاحب، مولانا عبد الغفور صاحب ہزاروی، مولانا محمد سعید صاحب (وال بھراں) اور مولانا عبد الغفور حفیظ بانڈی رحمۃ اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یوں تو سبھی علما سے صاحب زادہ صاحب نے تحصیل علم کی، لیکن سب سے زیادہ رنگ جس کا غالب ہے وہ مولانا عطا محمد صاحب کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی دستار بندی محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی رحمۃ اللہ کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لاکل پور (فیصل آباد) میں ہوئی۔

بیعت غوث زمان حضرت چیر سید غلام محمد الدین شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ سے ہوئے اور

دوہیں سے آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ پیر صاحب نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

یہ اعزاز بڑے بڑے علما کو سال ہا سال کی حاضری کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔

صاحب زادہ صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ پر جو کچھ بھی خدا کا فضل و کرم ہوا یہ سب قبلہ

والدہ گرامی کی دُعا کا ہی ثمرہ ہے۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا آخری وقت تھا تو میں آپ کو بہ وقت ضرورت چار پائی سے نیچے اُتارتا اور پھر اوپر بٹھاتا اور آپ کی زبان پر یہ دُعا عین کلمات جاری رہتے کہ ”اللہ تجھے علم نافع دے!“ یہ اس دُعا کا ہی نتیجہ تھا کہ باوجود گھر کی ذمہ داریوں کے صاحب زادہ صاحب کے شوق اور تجسس میں کمی نہ آئی۔ کبھی گھر رہ کر اور کبھی گھر سے باہر رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے جاری کیے ہوئے سرچشمہ سے تشنگانِ علم و عرفان کو سیراب فرما رہے ہیں۔ ایک طرف اگر طالبانِ حق کی جھولیاں تحقیق و تدقیق کے جواہر سے بھر رہے ہیں تو دوسری طرف متلاشیانِ عرفان کے دامنوں میں حب الہی اور عشقِ رسول کے ان مول موتی نچھاور فرما رہے ہیں۔ علاقہ بھر کے شرعی فیصلے آپ ہی فرماتے ہیں اور آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔ خلقِ خدا کا ہر وقت تائب و تائبہ رہتا ہے۔ ہر روحانی اور جسمانی بیماری والا یہاں سے شفا کے کامل حاصل کر کے زخمت ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر اسے روحانی ڈیپنری کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اس زمانہ میں بھی جب کہ آپ ابھی فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے بڑے بڑے علما کا آپ کے سامنے آنے سے کلیجہ کا پتہ تھا۔ حضرت استاذ العلماء فقیہ العصر کو دُعا سے وصال فرمائے ابھی تھوڑی ہی عرصہ گزرا تھا کہ صاحب زادہ صاحب موضع شادیہ (ضلع میاں والی) میں ایک زمین دار غلام محمد ولد خان بیک جنموہ کی والدہ کی فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مولوی جس کا نام غلام حسین تھا اور دیوبند کا فارغ التحصیل تھا اپنے عقائد کو چھپا کر اہل سنت کا امام بننا چاہتا تھا۔ بعض متعلقین نے بتایا کہ مولوی غلام حسین کُندہابی ہے اور ترقیہ کر کے ہمارا امام بننا چاہتا ہے اگر ہم پر اس کی وہابیت ظاہر فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ یہاں آگیا تو بات صاف ہو جائے گی۔ اتفاق سے تھوڑی دیر بعد مولوی غلام حسین آگیا۔ جب وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! لوگوں کو کچھ آپ کے عقیدہ کے متعلق شبہ ہے اپنا عقیدہ بیان فرمادیں تاکہ تسلی ہو جائے، لیکن مولوی صاحب نے کچھ نہ کہا۔ تو صاحب زادہ صاحب نے خود ہی فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ماکان و

کہا کہ یہ علم محیطِ خاصہ خدا ہے اور غیر کے لیے اسے ثابت کرنا شرک ہے۔ اس پر ملک بہادر ولد محمد جنموہ جو کہ وہاں موجود تھا نے کہا کہ ہمارا عقیدہ وہ ہے جو مولوی یار محمد کے لڑکے نے بیان کیا ہے۔ مولوی صاحب بڑے شرمندہ ہوئے اور اُنھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ مولوی صاحب مذکور بغل میں کتابیں دبائے ہانپتے کانپتے آگئے۔ بخاری شریف کھولی لیکن صاحب زادہ صاحب کی جلالتِ علمی سے اس قدر متاثر ہوا بلکہ مرعوب ہوا کہ کوئی لفظ بولا نہ جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مرضِ رعشہ کا مریض ہے۔ نہ عبارت صحیح تلفظ سے پڑھ سکے اور نہ ہی اس کے معنی ٹھیک طرح سے بیان کر سکے۔ صاحب زادہ صاحب نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسے کہتے ہیں فاضل دیوبند! جو عبارت پڑھے نہیں بلکہ بگاڑے۔ آپ نے اس کے مدعا پر مطلع ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! وہ حدیث پیش کرنا چاہتے ہیں کہ صحابی در اقدس پر حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے؟ اس نے عرض کی: میں ہوں۔ اس پر مولوی صاحب بولے: اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو آپ پوچھتے کیوں؟ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ پوچھنا ہمیشہ عدمِ علم پر دلالت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: وَمَا تِلْكَ يٰمُوسٰى يَا مُوسٰى! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو گویا اللہ تعالیٰ کو کوئی علم نہ تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کیا ہے؟ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ سوال کرنے میں حکمت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا اس صحابی سے نام پوچھنا اس لیے تھا کہ اگر کوئی پوچھے تو نام بتایا جائے۔

دوسری حدیث جو وہ بیان کرنا چاہتا تھا وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت والا واقعہ تھا۔ آپ نے فرمایا: اس واقعہ میں حدیث کا ایک حصہ ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جسے ”تفسیر کبیر“ میں امام رازی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: ”وَاللّٰهُ مَا أَظُنُّ عَلَى أَهْلِیْ إِلَّا خَبِیْرًا“ یعنی خدا کی قسم مجھے اپنے اہل پر بغیر بہتری کے اور کوئی گمان نہیں۔

یعنی حضور ﷺ تو قسم اٹھا کر فرمائیں مجھے اپنی اہل پر بُرا گمان نہیں ہے اور تو کہتا ہے آپ کو علم نہ تھا۔ جب مولوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو ہاتھ پائی پر آگیا۔ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس چابک موجود ہے، اتنا ماروں گا کہ یاد رکھے گا اس پر موجود حاضرین نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر کہا کہ نکل یہاں سے! جواب آتا نہیں اور مولوی بنا پھرتا ہے۔ یہ واقعہ صاحب زادہ صاحب کی جلالتِ علمی پر دلالت کرتا ہے۔

آپ کے نویٹے ہیں:

۱- صاحب زادہ محمد مظہر الحق بندیا لوی: جامع مسجد بندیا ل میں خطابت اور جامعہ میں درس نظامی کی تدریس نیز آستانہ کے متوسلین و مریدین کے مسائل کے روحانی مسائل بھی حل فرماتے ہیں۔

۲- پروفیسر صاحب زادہ محمد ظفر الحق بندیا لوی (ایم اے اسلامیات - گولڈ میڈلسٹ): جامعہ کے ناظم تعلیمات اور گورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد میں اسٹنٹ پروفیسر اور جامع مسجد غوثیہ قائد آباد میں خطیب کے عہدہ پر فائز ہیں۔ متعدد کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔

۳- صاحب زادہ محمد احسان الحق (ایم اے اسلامیات): بندیا ل ہائی سکول میں عربک لچر اور جامع مسجد گلزار حبیب قائد آباد میں خطیب ہیں۔

۴- ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیا لوی: محکمہ صحت میں میڈیکل اسٹنٹ کی سیٹ پر عرصہ ۲۲ سال سے ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔ انجمن طلباء اسلام کے سابق نائب ناظم پنجاب، جماعت اہل سنت پاکستان کے جنرل سیکریٹری اور جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت کے نگران ہیں۔

۵- صاحب زادہ حافظ محمد اسرار الحق بندیا لوی: مدرس جامعہ بندیا ل

۶- صاحب زادہ ڈاکٹر محمد افتخار الحسن بندیا لوی: میڈیکل اسٹنٹ

۷- صاحب زادہ پروفیسر جمیل احمد بندیا لوی (ایم اے اکنامکس)

۸- صاحب زادہ حافظ زبیر احمد بندیا لوی (متعلم درس نظامی)

۹- صاحب زادہ محمد شعیب احمد بندیا لوی

دونوں بڑے بیٹوں کے علاوہ ابھی تک ۴ حضرات کو خلافت عطا کر چکے ہیں:

شرف ملت محسن اہل سنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مفتی علی احمد سندھی لوی، مولانا مفتی غلام محمد بندیا لوی، مولانا حافظ عبدالغفور گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحب زادہ والا قدر قبلہ فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی آخری صلیبی یادگار ہمارے پاس موجود

ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کا سایہ عاطفت بہ سلامت تادیر ہمارے سروں قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ اس دعا و ازمن و از حملہ جہاں آمین باد۔

صاحب زادہ محمد فضل الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ ظاہری علوم میں حضرت علامہ عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا اور سلسلہ سلوک حضرت مولانا عبدالغفور صاحب نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ بہ مقام دریا شریف ضلع کیمبل پور سے منسلک تھے۔ آپ صوفی منش، نیک صورت اور سیرت تھے۔ حلیم الطبع ہونے کے علاوہ تواضع، انکساری اور سخاوت تو اس خاندان کے ہر فرد کی گھٹی میں رکھی ہوئی ہے۔ ہر وقت ذکر و تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ انتظامی امور میں نہایت دورانہدیش تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ / جون ۲۰۰۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے چھ صاحب زادگان ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں: صاحب زادہ حافظ مسعود احمد، صاحب زادہ محبوب احمد، صاحب زادہ افضال احمد، صاحب زادہ اکرام الحق، صاحب زادہ مولانا اسد الحق، صاحب زادہ غلام مصین الدین۔

مکتبہ مظہریہ امدادیہ کے شعبہ نشر و اشاعت کے ناظم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور متعدد کتب مثل جہیل حدیث، شرح اسماء حسنی، مرزوقہ فاتحہ خوانی، سماع موتی، کتاب الوسیلہ اور کتاب الشفاعت تصنیف فرمائی ہیں اور بہترین طباعت کرا کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیں اور ابھی یہ سلسلہ اشاعت جاری ہے۔

مزید حالات کے لیے ”پیکر صبر و استقامت“: صاحب زادہ محبوب احمد بندیا لوی مطبوعہ اسلامک میڈیا سنٹر، لاہور ملاحظہ فرمائیں!

کرامات

حضرت قبلہ استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ریاضت و مجاہدہ سے عبارت ہے وہ حوادث کے کانٹوں کو بھی مشیت کے پھول سمجھ کر چن لیتے تھے انہیں ہجوم اندوہ میں بھی مسکرانا آتا تھا وہ مصائب کی دو پہر میں بھی اشکوں کی چھاؤں سے دور رہتے تھے۔ علاقے کے لوگوں کو آپ کی روحانیت پر اعتقاد تھا۔ وہ اپنی مشکلات کے حل کی خاطر آپ کی خدمت میں دوڑتے آتے۔ ذیل میں قبلہ استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس سے ظہور میں آنے والی چند ایک کرامات درج کی جاتی ہیں۔ کیوں کہ تمام کرامات کا ذکر کرنا تو ہماری طاقت سے باہر ہے:

۱- ایک عقیقہ کا بیان ہے کہ میرا خاوند اوباش قسم کا آدمی تھا۔ اس کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے اور میں صوم و صلوة کی پابندی تھی اور حضرت قبلہ فخر الاتقیاء استاذ العلماء بندیا لوی مرحوم کی خدمت میں گا ہے بگا ہے زیارت کے لیے حاضر ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر رو پڑی اور عرض کی کہ یا حضرت! میں نماز روزہ کی پابند ہوں اور حرام سے نہایت درجہ پرہیز کرتی ہوں، لیکن میرے خاوند کے ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور وہ عورت اس کو ہر قسم کی چیزیں دیتی ہے اور حرام اور حلال میرا خاوند ملا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گڑم کر دوں گا۔ اللہ کریم کی مہربانی سے میں نے گڑم کر دیا۔ جب گھر واپس گئی تو میرے خاوند نے از روئے تمسخر مجھے کہا: میرے لیے کچھ دم کروا لائی؟ میں نے کہا: ہاں! حضرت جی نے گڑم کر دیا ہے۔ وہ گڑ کھانے لگ گیا اور ساتھ ہی کہنے لگا: حضرت جی کا پتہ چلے گا۔ خدا کی قدرت کہ وہ گڑ کھانے کے بعد میرے خاوند کا خیال اس عورت سے بالکل پھر گیا۔ اس نے لاکھ کوششیں کیں، مگر اللہ کے ولی کی نظر نے وہ کام کیا کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ایک وہ حالت تھی کہ اس سے جدا نہ ہوتا تھا اور ایک یہ حالت ہے کہ اس کو دیکھنا بھی گوارا نہ کر سکتا تھا۔

۲- فخر الاتقیاء والاصفیاء قبلہ سلطان علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم جمعۃ المبارک کے لیے بندیا لوی جارہے تھے۔ میرے برادر محترم میاں مہر علی صاحب اور دیگر کئی افراد ساتھ تھے۔ انھی میں سے ایک آدمی سٹشی میاں محمد اعوان نے دورانِ سفر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج کل پیروں اور فقیریوں کی اولاد بہت خراب ہے اور کئی خلافِ شرع حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کتوں سے کھیلنے اور ناخرم عورتوں سے مجلس کرتے رہتے ہیں اور کئی دفعہ اغوا تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر بہت سے برے برے کام کرتے ہیں۔ اصل اس گفتگو میں مخاطب میرے بھائی صاحب تھے کیوں کہ وہ اس وقت کتے وغیرہ رکھتے تھے۔ آخر کار ہم حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء مرحوم بندیا لوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرفِ قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو حضرت قبلہ نے میاں محمد اعوان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں محمد! فقرا کی اولاد پر طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہیے اور ان پر کسی قسم کا اعتراض وغیرہ نہ کرنا چاہئے خواہ وہ کتے وغیرہ ہی کیوں نہ رکھتے ہوں، کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات ناراض ہو جاتی ہے کہ آخر وہ اس کے مقبولوں کی اولاد تو ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق سوچ سمجھ کر کچھ کہنا چاہیے۔ یہ ارشاد آپ نے ہمارے حاضر

ہوتے ہی فرمایا قبل اس کے کہ کوئی آپ سے اٹھائے سفر کے قصہ کا ذکر کرے۔ گویا آپ روحانی طور پر ہماری اس گفتگو سے مطلع ہو گئے۔ کتنا سچا ہے یہ ارشاد نبوی کہ ”اتقوا فرائس المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ“

۳- انجی فقیر صاحب کا بیان ہے کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد کچھ دیر تک حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر کی خدمت میں ٹھہرتے۔ میں اس دوران قبلہ عالم خواجہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ سواگ سے سلوک کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اتفاقاً میری نظر کسی غیر محرم پر پڑ گئی۔ بعد میں جب میں حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر صاحب! ذکر و فکر اور حرام نظر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس مرحلہ میں نظر کی بہت حفاظت کرنی چاہیے تاکہ راہِ سلوک میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نور و لایت سے ہمارے حالات سے باخبر ہیں۔

۴- مولانا محمد شہباز خان صاحب صدر مدرس حسینہ، شاہ والا فرماتے ہیں کہ ایک سال رمضان المبارک کے بعد تدریس شروع کرنے سے پہلے بندہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سلسلہ تدریس کے ابتدائی مراحل ہیں، بڑا مشکل کام ہے، کچھ کیسے گزرتی ہے۔ اس وجہ سے دل میں کافی گھبراہٹ تھی۔ اس دوران ایک رات خواب میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمہ اللہ نے زیارت سے مشرف فرمایا اور ایک کتاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے پڑھو! آپ نے مجھے خواب میں سبق پڑھایا اور میری دلی کیفیت پر مطلع ہو کر ارشاد فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مطالعہ خوب کیا کرو! ان شاء اللہ کام یابی ہوگی۔ مسلسل آپ نے خواب میں تین رات احقر کو درس دیا۔ اسی طرح آپ نے مشکل وقت میں میری دست گیری فرما کر مجھے شاداں و فرحاں فرمایا۔

۵- ایک دفعہ فتح خاں نامی ایک شخص کو کسی باد لے کتے نے کاٹ لیا۔ وہ شخص اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا حتیٰ کہ اس نے کتے کی طرح بھونکنا شروع کر دیا۔ جب ظاہری علاج سے کچھ افاقہ نہ ہوا تو اس کے اعزاء و اقارب حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گریہ و زاری کرنے لگے کہ حضور! فتح خاں تو مرنے والا ہے۔ استاذ العلماء رحمہ اللہ اس کے گھر تشریف لے گئے تو اسے رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ کر جوش سے فرمایا کہ اسے کھول دو! جب اسے کھولا گیا تو آپ نے اسے سینے سے لگالیا، جب چھوڑا تو اسے تے آنی شروع ہوئی جس میں بہ

کثرت کئے کے بال نکلے اور اس کو ایک بھیا تک عذاب سے نجات ملی۔ کہتے ہیں کہ بعد میں وہ پینتیس سال تک زندہ رہا اور فتح خاں بادلا کے نام سے مشہور ہو گیا جس کو تقریباً سارا علاقہ جانتا ہے۔

۶۔ اسی طرح ایک آدمی کا ایک قیمتی تیل بادلا ہو گیا۔ اس کے مالک نے آپ کی خدمت میں آ کر دہائی دی۔ عرض کرنے لگا: حضور! میرا ہزار روپیہ کی قیمت والا تیل ضائع ہونے کو ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ اور وہ شخص عرض کرنے لگا کہ تیل بڑا سرکش ہے۔ اس پر ستم یہ کہ وہ اب بادلا ہو چکا ہے، اسے یہاں تک لانا ہمارے بس میں نہیں۔ آپ نے اسے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ اسے کسی طریقہ سے کھلا دینا وہ خود بہ خود آجائے گا۔ اس شخص نے وہ تعویذ تیل کو کھلا دیا۔ اس کی رسیاں کھولیں اور اسے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے گھر کی طرف متوجہ کیا۔ وہ تیل خود بہ خود اس راستے پر ایسے چل پڑا جیسے ہمیشہ سے چلا آیا ہو۔ آپ نے اسے ایک درخت کے ساتھ بندھوایا۔ آنکھوں پر پٹی بندھوائی اور تین دن تک اسے روٹی پر کچھ لکھ لکھ کے کھلاتے رہے۔ جب اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ صحیح تھا۔

۷۔ اسی طرح شیر ولد محمد قوم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ عمر کے پچاس سال گزار چکا تھا۔ اتنی ہی عمر اس کی بیوی کی تھی۔ اس کے دونوں جوان بیٹے قضاۃ الہی سے فوت ہو گئے۔ ان کی موت ماں باپ کی آرزوؤں اور اُمنگوں کی موت تھی۔ ان میں سے ایک لڑکے کی تو منگی بھی ہو چکی تھی اور اس کے لیے زیور وغیرہ بھی تیار تھا۔ وہ یہ صدمہ سہار نہ سکے۔ باپ روتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور تمام زیور آپ کی خدمت میں رکھتے ہوئے بولا کہ اب ان کا ہم کیا کریں؟ قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اسے تم سنبھال کر رکھو! تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی! اے قریب اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد و زینہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس شخص نے دوسری شادی کی اور اللہ رب العزت نے اسے ہر اس ضعیف پیری تین لڑکے عنایت فرمائے۔

۸۔ حضرت مولانا عطاء محمد صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں ہندیاں میں پڑھتا تھا تو حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر رحمہ اللہ کو بیماری لاحق ہوئی جس سے آپ کو زبردست تکلیف رہی۔ تقریباً آپ چھ ماہ بسترِ علالت پر رہے۔ میں صرف آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہا۔ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم نافع عطا فرمائے! بندہ طالب علمی کے زمانہ میں پریشان رہتا تھا کہ درس نظامی میں علوم عالیہ بڑے مشکل ہیں۔ جب کہ پڑھنے کے

وقت بہ صد مشکل سبق سمجھ میں آتا ہے تو بعد از تحصیل کیا ہوگا۔ اس وقت تو سابقہ کتب بالکل بھول جائیں گے، لیکن اساتذہ کی دعاؤں کا اثر ہو کر رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل عظیم کیا کہ بلا تکلیف علم نصیب ہوا۔

۹۔ نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے درس پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۹۔ مولوی محمد وساد صاحب (ساکن مہرہ) کہتے ہیں کہ ایک سال تک بالکل بارش نہ ہوئی۔ فصلیں تمام سوکھیں ہوئی تھیں۔ آسمان قطرہ آب برسانے پر نظر نہ آتا تھا۔ لوگوں کے مال مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ قحط کے قدم تیزی کی دلیز پر نظر آ رہے تھے۔ سارے گاؤں والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: قبلہ! بارانِ رحمت کے لیے دعا فرمائیں! آپ نے دعا فرمانے کے بعد اپنے خادم سے کہا کہ کھی لے کر باہر پانی کے لیے راستہ بنا دے! اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا کہ آسمان پر تو کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں، میں صبح راستہ بنا دوں گا۔ آپ نے کہا: میں جو تمہیں کہہ رہا ہوں وہ کرو! تمہیں کیا معلوم کہ آنے والی گھڑی میں خدا کیا کرنے والا ہے۔ خادم ابھی راستہ بنانے کے کام سے فارغ نہ ہوا تھا کہ آسمان کی ایک جانب سے گہرا بادل اٹھا اور جل تھل ایک ہو گئے۔ صبح کے وقت قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ نے خادم سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب کس طرح راستہ بناؤ گے۔

۱۰۔ یہی مولانا محمد وساد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی کو والد صاحب نے ایک مولوی صاحب کے پاس پڑھنے کو چھوڑا۔ میرے بھائی کی وہاں طبیعت نہ لگتی تھی۔ پڑھائی کا وقت ادھر ادھر بہانوں میں گزار دیتے۔ آخر استاذ صاحب نے بھائی صاحب کی شکایت لکھ کر بھیجی۔ جب بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ میری شکایت ہو گئی ہے۔ تو وہ پڑھنے کا بہانہ کر کے جنگل میں جا کر سو گیا۔ کسی نے جا کر والد صاحب کو اطلاع دی کہ وہ جنگل میں سویا ہوا ہے۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ صبح وہ گھر سے نکلا ہے اور جنگل میں پانی وغیرہ بھی نہیں ہے وہ کیسے وہاں ٹھہر سکتا ہے۔ شاید لقمہ اجل بن گیا ہوگا۔ جب آپ اسے تلاش کرتے وہاں پہنچے تو ایک جگہ اسے سویا ہوا پایا۔ چھڑی لے کر اتار پٹا کہ لہو لہان کر دیا۔ والد صاحب دوسرے دن اسے ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ مولوی صاحب نے کہا: یہ نہیں پڑھ سکتا۔ آخر کار والد

صاحب بھائی صاحب کو ساتھ لے کر قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء مرحوم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ اولاد کو پڑھاؤ لیکن اگر اولاد نہ پڑھے تو ہم کیا کریں؟ حضرت قبلہ فقیہ العصر مرحوم نے میرے بھائی سے پوچھا کہ کیوں بھی! کیا بات ہے؟ اس نے کہا: طبیعت نہیں لگتی۔ آپ نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ نکل جا! جب اس نے نکل لیا تو آپ نے فرمایا کہ اب اس کا جی لگے گا۔ اس کے بعد تو اس کا پڑھائی میں اس طرح دل لگا کہ ہم لوگ تو مدرسہ سے گھر چلے آتے، لیکن بھائی صاحب مدرسہ میں ہی رہا کرتے۔ گھر والے اسے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتا اور کہتا کہ پڑھائی میں ناغہ ہوگا۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

۱۱۔ انھی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء مرحوم جب کبھی کسی کو بیعت فرماتے تو تہجد کے بعد بلالیا کرتے، لیکن نہیں چوں کہ بھیڑیں چدایا کرتا تھا اس لیے وقت مقررہ پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے بندیا ل آیا تو نماز جمعہ سے پہلے عرض کی کہ حضور! بیعت فرمائیں! آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے بعد بیعت کیا جائے گا۔ جمعہ کے بعد ایک شرعی فیصلے کی مصروفیت نے نہ چھوڑا۔ اس لیے صرف بیعت فرمالیا اور وظیفہ کے متعلق فرمایا کہ بعد میں بتاؤں گا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں واپس چلا آیا۔ رات کو جو سویا تو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف کی ایک تسبیح ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اگلے جمعہ پر پھر حاضری نصیب ہوئی۔ میں نے وظیفہ کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! وظیفہ پہلے بتا جو دیا ہے۔ یہ تھی قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کی روحانی بصیرت کہ جو خواب میں ارشاد فرمایا تھا میرے بیان کرنے سے پہلے وہی دہرا دیا۔

۱۲۔ یہی مولوی محمد وسادہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۲ء میں میں بندیا ل سے کچھ دور چک نمبر ۳۱ ڈی بی میں امامت کرایا کرتا تھا۔ عموماً جمعہ کے روز بندیا ل آکر نماز جمعہ ادا کرتا۔ چوں کہ چک مذکورہ سے شادی بہ نسبت بندیا ل قریب تھا اس لیے شادیہ جانے لگا۔ تین یا چار جمعے اسی طرح پڑھے ہوں گے کہ آپ نے خواب میں زیارت اقدس سے مشرف فرمایا اور کہا کہ جمعہ کیوں نہیں پڑھتا؟ میں نے عرض کی کہ حضور! اب آپ تو بندیا ل میں ہوتے ہی نہیں۔ اس لیے

میں شادیہ میں جمعہ پڑھ لیتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا جمعہ نہیں ہوتا۔ بعد میں مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جمعہ نہ ہونے کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ شادیہ میں جو اس وقت امام تھا ایک تو نابینا تھا، دوسرا وہ علما کے حق کی شان میں نازیبا کلمات کہا کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ کے دروازے کی طرف بڑھنے ہی والے تھے کہ میں نے عرض کی کہ حضور! ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ آپ نے فرمایا: کون سا مسئلہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "البیتۃ للمدعی و الیمین علی من انکر" میں نے مولوی غلام ٹہین صاحب واپس پھر دی سے مسئلہ پوچھا کہ مولوی صاحب! اگر چور عادی ہو اور اس کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا، کوئی دوسرا آدمی بھی اس کے لیے اعتبار دینے کو تیار نہیں، لیکن وہ چور خود قسم دینے کو تیار ہے۔ تو اب کیا کیا جائے؟ مولوی غلام ٹہین صاحب نے جواب دیا کہ اس سے مال وصول کیا جائے گا۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال وصول نہیں کیا جائے گا اور کتابوں میں بھی یہی آیا ہے۔ اس کے خلاف ذیل کیے گا۔

مرنے والے مرتے ہیں، لیکن فنا ہوتے نہیں

یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

۱۳۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمہ اللہ جس طرح وعظ فرما کر لوگوں کی اصلاح فرماتے اسی طرح بیعت فرما کر سلسلہ چشمہ صابریہ میں منسلک کر کے معرفت کے ان مول موتیوں سے لوگوں کی جھولیاں بھر پور فرما دینے۔ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ جناب غلام محمد عرف غلاموں نے ایک دفعہ قبلہ والد صاحب مرحوم کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ لوگ بعض بیوروں سے بیعت ہوتے ہیں مگر کوئی خاص ثمرہ حاصل نہیں ہوتا جس سے ان کی گزشتہ زندگی میں کوئی انقلاب آجائے۔ ہمارے ہاں خان محمد احمد نامی ایک لاپرواہ قسم کا جنگلی نوجوان تھا، حقے کو اس زور سے کش لگاتا کہ اس کا پتھر باہر جاگرتا لیکن جب قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کا مرید ہوا تو نماز پنجگانہ باجماعت کا عادی ہو گیا، شریعت کے مطابق دائرہ رکھ لی، تہجد گزار بھی بن گیا، ہر وقت ہاتھ میں تسبیح ہے۔ او باشوں کا سرغناں شب زندہ داروں کی صفوں میں جا داخل ہوا۔

۱۴۔ مولوی محمد وسادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے پنج پن میں تعلیم حاصل کرنے کا

انتہائی شوق تھا۔ گھریلو ذمہ داریاں مانع تھیں۔ میں بھیڑیں بچا رہا کرتا تھا، مگر علم کی طلب کی آگ برابر لگی ہوئی تھی۔ گھر والوں سے گا ہے بگا ہے اپنی خواہش کا اظہار کرتا تھا، مگر وہ بھی مجبور تھے۔ جمعہ کے دن میں نماز جمعہ بندیاں میں ہی ادا کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو جو حاضر ہوا تو والد صاحب نے قبلہ نقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ سے عرض کی کہ ہمیں یہ گنہگار کرتا ہے، حق تو ہمارا ہے کہ ہم اسے پڑھائیں، لیکن ہم بدوجہ مجبوری ایسا کرنے سے قاصر ہیں، لیکن ہمیں بکبتا ہے کہ اے پڑھاؤ! قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ بھئی اوالدین کے بڑے حقوق ہیں۔ اسی طرح انھیں مجبور نہ کیا کرو۔ میں نے عرض کی کہ حضور! میں تو سمجھا تھا کہ چوں کہ آپ تک بات پہنچ گئی ہے، لہذا میرا مقصد حل ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ یہ سننا تھا کہ طبیعت میں اطمینان اور سکون کی لہر دوڑ گئی اور ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرے قبلہ والد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تیار ہو جاؤ تمہیں پڑھنے کے لیے کہیں چھوڑ آؤں۔ چنانچہ مجھے موضع یکہ گنجیرہ (میاں والی) کے مولوی صاحب کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لیے چھوڑ آئے۔ وہاں پر میں نے قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ اس کے بعد چند ایک کتب فقہ پڑھیں، کوئی لمبا چوڑا سلسلہ تعلیم جاری نہیں رکھا، مگر آپ کی دعا کا صدقہ عربی کتب منفعیہ سے بہ آسانی مسئلہ سمجھ لیتا ہوں۔ حال ہی میں مولوی وادوا صاحب نے اضحیٰ اور عقیقہ کے مسائل پر مشتمل ایک ضخیم فتاویٰ مرتب کیا ہے جس میں نہایت تحقیق سے ذبح، قربانی اور عقیقہ کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ سب قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ کی نظر کرم کا نتیجہ ہے کہ ایک بھیڑیں چرانے والا فقہ و حدیث کا عالم بن گیا۔

۱۵۔ موضع شار متصل بندیاں کی ایک عقیفہ مسماۃ سیداں کا بیان ہے کہ میری اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ سات لڑکے سات سات ماہ کے ہو کر اسقاط ہو گئے۔ کافی پیروں فقیروں کے درباروں پر حاضری دی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کسی نے مجھے حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ میں آپ کے حضور حاضر ہوئی اور اپنی حقیقت حال بیان کی۔ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے دعائی اور چند تعویذات دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے ایک صبح و سالم لڑکا عنایت ہوا جو کہ زندہ و سلامت ہے اور کثیر اولاد میں سے صرف وہی زندہ ہے۔

۱۶۔ اسی طرح ایک خاتون مسماۃ خاتون کا بیان ہے کہ میری چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں اور کوئی لڑکا نہ ہوا۔ مجھے ہر وقت یہ غم ستانے لگا کہ اللہ کریم مجھے کوئی ان لڑکیوں کا وارث دے۔ آخر ایک دن قبلہ بندیا لوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی پروردگارستان عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے لڑکا عطا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عنایت فرمایا جس کا نام حضرت قبلہ نے محمد رکھا جو اللہ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دعا سے بہ خیر و عافیت زندہ ہے۔

۱۷۔ ایک مائی صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ جن دنوں صاحب زادہ محمد عبدالحق آستانہ عالیہ سیال شریف میں مقیم تھے اور مولانا عطا محمد صاحب چشتی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے تو میں نے قبلہ نقیہ العصر استاذ العلماء کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے بخار ہو گیا ہے۔ رات کو خواب آیا اور صبح کو صاحب زادہ محمد عبدالحق بخار کی حالت میں آگئے۔ تو میں حیران رہ گئی کہ حضرت صاحب کو محمد عبدالحق کے بخار کی اطلاع ہم سے پہلے ہو گئی اور اب اپنے تخت جگر کے بخار کو اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں کہ مجھے بخار ہو گیا ہے۔

۱۸۔ ایک مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ رات کو آپ کے ایک عقیدت مند کا انتقال ہو گیا جس کا نام چراغ تھا۔ اس وقت میں نیند میں تھی کہ حضرت قبلہ کی زیارت ہوئی کہ آپ گھوڑی پر سوار ہیں اور شمال کی جانب اشارہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس طرف کچھ کام ہے۔ اس لیے ادھر جا رہا ہوں۔ صبح کو سنا کہ چراغ بھٹی فوت ہو گیا ہے اور اس نے وصیت کی ہے کہ مجھے قبلہ استاذ العلماء کے پاؤں میں رکھنا چنانچہ اس کا جنازہ ڈیرہ سے شہر میں لے آئے تو میں سمجھ گئی کہ چراغ کو آپ کے ساتھ زبردست محبت تھی۔ اس لیے اس کی موت کے وقت اس کے پاس ہی تشریف لے جا رہے تھے اور جس طرف اشارہ کیا تھا ادھر ہی چراغ کا ڈیرہ تھا۔

۱۹۔ گزشتہ شاہولا ہور کے ٹھیکے دار محمد حسین صاحب کی اہلیہ مسماۃ نور بیگم کو حضرت نقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ نہایت عابدہ زاہدہ اور تہجد گزار خاتون ہیں۔ قبلہ علامہ بندیا لوی رحمہ اللہ کے ارشاد سے کافی چلے، ریاضت و مجاہدہ کیے۔ حضرت صاحب بندیا لوی رحمہ اللہ سے انھیں بڑی عقیدت تھی۔ ان کا بیان ہے کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے ہمارے ہاں ایک ملازم ضلع میاں والی کا ٹھہرا۔ اس کا نام فتح محمد تھا۔ اس نے چند آدمیوں سے کہا کہ سورۃ جن یاد کرو! میں تمہیں اس کا عامل بنا دوں گا۔ جب وہ گھر آیا تو میں نے اس سے پوچھا

کہ تم سورۃ جن کا عمل کروا سکتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! میں عمل کروا سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے بھی سورۃ جن یاد کرنی شروع کر دی اور چند ہی یوم میں مجھے اچھی طرح سے حفظ ہو گئی۔ ایک دن میں نے فتح محمد سے پوچھا تمہارے پیر کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب میں نے ان کا اسم گرامی سنا تو زیارت کا شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اور میرے خاوند ٹھیکے دار محمد حسین نے تیاری کی اور فتح محمد کو بھی ساتھ تیار کیا، لیکن باوجود تیاری کے روانگی نہ ہو سکی۔ میری بڑی لڑکی گجرات میں شادی شدہ ہے۔ ایک موقع پر میں اس کے پاس گئی تو مجھے آرام نہ آیا۔ چنانچہ وہاں سے بغیر سوچے سمجھے ایک ٹرین پر سوار ہو گئی۔ بد راستہ لالہ موسیٰ سرگودھا پہنچی۔ وہاں سے دوسری گاڑی پر سوار ہو کر عازم بند یال ہوئی۔ راستہ میں مجھے خیال آیا کہ کسی سے پوچھوں تو سہی کہ بند یال کتنی دور ہے چوں کہ ہندو اس زمانہ میں یہیں موجود تھے۔ لہذا ایک ہندو عورت نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ بند یال کے اسٹیشن پر یہ گاڑی رات کے بارہ بجے پہنچے گی۔ تو جوان عورت ہے، زیورات پہنے ہوئے ہے، یہ علاقہ بڑا سخت ہے، تجھ سے تیرے زیور بھی چھین لیں گے اور قتل بھی کر دیں گے۔ میں ذرا سی خوف زدہ ہو گئی اور سہم گئی، لیکن پھر خیال آیا کہ جس مرد خدا کی خدمت میں جا رہی ہوں وہی امداد فرمائیں گے اور بالکل مطمئن ہو گئی۔ جب گنجیال (موجودہ قائد آباد) کا اسٹیشن آیا تو اتر پڑی اور پوچھا کہ کون سا اسٹیشن ہے؟ کسی نے بتایا کہ گنجیال ہے اور بند یال تو اس سے اگلا اسٹیشن ہے۔ بڑی پریشان ہوئی۔ آدھی رات کا وقت، بالکل اکیلی اور ناواقف، بڑی پریشانی ہوئی۔ اسٹیشن پر موجود ملازم بتی والا سے میں نے کہا کہ مجھے اسٹیشن ماسٹر کے پاس لے چلو! چنانچہ وہ شخص مجھے ان کے کوارٹر کے قریب لے گیا اور آواز دی کہ بابو جی! تمہارے مہمان ہیں۔ جب اسٹیشن ماسٹر نے پوچھا کہ کون ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں آپ کی مہمان وغیرہ تو نہیں ہوں بلکہ ایک مسافر ہوں، غلطی سے یہاں اتر پڑی۔ اب بند یال قبلہ مولانا یار محمد صاحب کے پاس جانا ہے، رات گزارنی مقصود ہے۔ اس نے بتی والے سے کہا کہ اسے بی بی بختاؤد بکریاں والی کے پاس پہنچا آؤ! وہ شخص چل پڑا اور ساتھ آواز بھی لگانے لگا کہ بی بی بختاؤد تیرے مہمان ہیں۔ جب میں دروازہ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ ایک اونچے قد والی عورت ہے۔ اس نے اٹھ کر میرا استقبال کیا اور پوچھنے لگی کہ کہاں سے آرہی ہو اور کہاں جانے کے ارادے ہیں؟ میں نے

بتایا کہ لاہور سے آرہی ہوں اور بند یال قبلہ مولانا یار محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی اور بستر وغیرہ بچھانے لگی، مگر میں نے کہا کہ تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تھوڑا سا وقت ہے، میں تہجد پڑھوں گی پھر نماز کا وقت ہو جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی پھر صبح کی نماز نے فارغ ہوئی تھی کہ گاڑی آگئی جس میں سوار ہو کر بند یال جا کر اُتری۔ شہر کا رخ کیا۔ ایک لڑکی سے پوچھا: بیٹی! مولانا یار محمد صاحب کا دولت خانہ کس طرف ہے؟ اُس نے کہا: آگے چلی جاؤ!

جب اس کے والد نے سنا تو کہا: اس کے ساتھ کیوں نہیں چلی جاتی۔ وہ لڑکی میرے ساتھ ہوئی۔ میں حیران رہ گئی کہ سبحان اللہ ایک ولی کے قریب رہنے والے کتنے بااخلاق ہیں۔ جب میں آپ کے آستان پر حاضر ہوئی تو آپ ابھی مسجد میں تھے۔ میں مائی صاحبہ کو ملی اور پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ نماز کے بعد طلبہ کو درس دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کو کسی کے ذریعہ بلائیں۔ لیکن اتنے میں صاحب زادہ صاحب جو قریب ہی کھیل رہے تھے فرمانے لگے کہ اماں جی! بابا جی آرہے ہیں۔ جب میری نگاہ ان کے چہرہ انور پر پڑی تو مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ میرے جسم میں کچھ طاری ہو گئی اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ اس دوران میں نے قبلہ استاذ العلماء کے قدموں میں گرنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے مجھے ہاتھ تک نہ لگانے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے تو پہلے آنا تھا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ میں حیران رہ گئی کہ پہلے سے کوئی اطلاع نہیں، لیکن پھر بھی آپ فرما رہے ہیں اور ہمارے ارادے کی آپ کو پہلے سے اطلاع ہے۔ میں نے بیعت کی استدعا کی۔ آپ نے منظور فرمالیا اور مجھے کچھ دوا تکف بتائے۔ میں نے گھر واپس جا کر ان پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ بعد میں جب حاضر ہوئی تو آپ نے چلے کاٹنے کے لیے مجھے دوا تکف بتائے۔ آپ نے طریقہ بتایا کہ ایک دائرہ کھینچ لینا اور اوپر مصیٰ بچھالینا اگر کوئی خوف محسوس ہو تو دائرہ کے اندر آ جانا اور مجھے اپنے پاس موجود سمجھنا۔ چنانچہ ایک رات سحر کے وقت وضو کر کے میں منہ ہاتھ خشک کر رہی تھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہم مکان کو تالا لگا کر دالان میں سوتے تھے کہ تالا میں سخت کھڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگی۔ میں دوڑ کر فوراً مصیٰ پر آ گئی۔ میرا خوف فوراً دور ہو گیا۔ اب میں نے جوتا لے کر طرف نگاہ کی تو اسے کتے کے برابر کسی سیاہ چیز نے پکڑا ہوا ہے جو اسے

حرکت دے رہی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد وہ چیز خود بخود غائب ہو گئی اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

بعض اوقات میں اپنے آپ کو اڑتا ہوا دیکھتی۔ ایک دفعہ یوں سمجھا کہ جیسے شاہی مسجد کے میناروں پر ہوں اور تمام لاہور والے میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور بعض اوقات خواب میں یوں معلوم ہوتا جیسے میں ایک ہنڈولا میں سو رہی ہوں اور چھوٹے چھوٹے بچے ہنڈولا کو حرکت دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں: اَصْلَ عَلٰی نَبِیْنَا صَلَّ عَلٰی مُحَمَّد۔ ہمارے گھر سے عجیب و غریب خوش بوئیں آئیں۔ جو عورت آتی خوش بو سوگھ کر حیران رہ جاتی۔ تمام عورتیں پوچھتیں کہ تم نے کوئی کستوری کا نافہ لیا ہے؟ کیا بات ہے! ایسی خوش بو ہم نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ حالانکہ میں حلیفہ کہتی ہوں کہ میں نے کبھی ایک آنہ کی خوش بو لے کر استعمال نہ کی تھی۔ قدرتی خوشبو تھی جس کی وجہ سے میں خود بھی حیران تھی۔ عورتیں اپنے گھروں میں جا کر کہتیں کہ ٹھیکے دار محمد حسین اپنی بیوی نور بیگم کو بیس بیس روپے والی عطر کی شیشیاں لا دیتا ہے جن کی خوش بو کا یہ حال ہے کہ ایسی خوش بوئیں ہم نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ یہ سب حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء کی نگاہ کرم اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ تھا۔

۲۰۔ انھی سماء نور بیگم کا بیان ہے کہ چلہ کے دوران جو کہ چالیس روز جاری رہا میں نے صرف پونے تین سیر آٹا کھایا تھا۔ شام کے وقت میں خود ہی مرغی کے انڈے کے برابر آٹا لے کر پکائی اور گائے کے کچے دودھ کے ساتھ کھاتی۔ جب چالیس دن ختم ہو گئے تو میں نے ایک نورانی شکل والے بزرگ کو دیکھا جنہوں نے ایک چادر اٹھائی ہوئی ہے اور اس میں کچھ بندھا ہوا ہے۔ وہ اس چادر سے منٹھیاں بھر بھر کر ہمارے گھر میں پھینک رہے ہیں، نہ صرف ہمارے گھر میں بلکہ ہمارے قرب و جوار میں جتنے بھی مکان ہیں ان سب میں پھینک رہے ہیں۔ ہمارے مزارع کی بیوی فرزندوں ان سے پوچھتی ہے کہ آپ کون ہیں؟ اور کیا پھینک رہے ہیں؟ جواب میں وہ بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اجیر سے آیا ہوں اور میرا نام خواجہ معین الدین ہے۔ آج نور بیگم نے چلہ ختم کیا ہے اور موتیا تقسیم کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی نظر میں کتنی تاثیر ہے۔ مجھ جیسی ناکارہ پر نظر کرم فرمائی اور خواجہ غریب نواز نے میرے گھر قدم نہ بچھ فرمایا۔

اولیا را تو چہ دانی اے عزیز! می رساند بر لامکان با یک نظر

۲۱۔ اسی طرح میں نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ محفل سماع ہو رہی ہے اور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوپر کالا کپڑا لے کر تشریف فرما ہیں۔ مجھے اپنے پیرومرشد نے چہل کاف کا بھی چلہ کرا دیا تھا۔ دوران چلہ میں انوار ہی انوار دیکھتی تھی۔ بعض اوقات چاند کو اور بعض اوقات سورج کو اپنے عین سر کے اوپر دیکھتی۔ اس کے علاوہ اللہ کریم کی اتنی عنایات ہوئیں کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ سب قبلہ مرشدی مرحوم کی نظر عنایت کا صدقہ تھا۔

۲۲۔ ایک دفعہ قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لے آئے تو ٹھیکے دار صاحب کی بہن نے چند دن قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر کئی لوگوں سے پوچھی مگر تسلی نہ ہوئی تھی۔ آخر کار ٹھیکے دار صاحب کو لے کر مزنگ میں جہاں کہ آپ تشریف فرما تھے پہنچ گئی۔ مریم بی بی (ٹھیکے دار کی بہن) نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضور! میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک شے کے بہترین مکان کے اندر ہوں۔ مکان کے ارد گرد ملٹری اپنے ہاتھوں میں بندوقیں لیے کھڑی ہے اور مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے۔ میں سخت پریشانی کے عالم میں خواب سے بیدار ہوئی۔ تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد قبلہ بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ مکان بہشت ہے لیکن تمہارے نفس میں حرص بہت ہے۔ چاہتی ہو کہ ہر چیز تمہارے گھر میں موجود ہو۔ یہ تمہارا نفس ہے جو کہ ہر جانب سے تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد جب ٹھیکے دار صاحب واپس گھر آئے تو ان کی بہن نے ان سے کہا کہ ٹھیکے دار تمہارے مرشد خدارسیدہ اور کامل بزرگ ہیں۔

۲۳۔ ایک دفعہ ٹھیکے دار صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ قبلہ مرشدی کی خدمت میں حاضر ہو کر مسخرات کی کلام پوچھوں۔ صبح کی گاڑی سے اتر کر مسجد میں پہنچا تو آپ وہیں تشریف فرما تھے۔ قدم بوس ہوا اور بیٹھ گیا۔ آپ نے احوال پوچھا اور مسکرا کر فرمانے لگے کہ تم مسخرات کی کلام پوچھنے آئے ہو؟ میں نے کچھ شرمندہ ہو کر کہا: ہاں جناب! آپ نے فرمایا کہ اچھا، پہلے تم یہ کلام چند دن تک پڑھو پھر مسخرات کی کلام بتائیں گے۔ ٹھیکے دار صاحب نے رات کو وہ کلام پڑھنی شروع کر دی، جب سو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کسی اور عالم میں ہیں، تمام قبروں کے مردے آپ کے سامنے ہیں، ان میں کسی کو کچھ تکلیف ہے کسی کو کچھ۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حالت طاری ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ ٹھیکے دار صاحب جب صبح کی نماز سے فراغت کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے متہم ہو کر فرمایا: ٹھیکے دار صاحب! مسخرات کی کلام کے متعلق کیا خیال ہے؟ (گو آپ

پہلے سے سارے واقعہ سے مطلع ہیں) ٹھیکے دار صاحب کہتے ہیں کہ میں قدموں میں گر پڑا اور عرض کی: حضور! مجھے اب دنیا کی ضرورت نہیں توجہ فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری عاقبت سنوار دے۔

۲۴- لاہور کے ٹھیکے دار محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار خواب میں ایک شخص جس نے ایک سواری چاندی کی لادی ہوئی ہے میرے پاس آیا اور محمد سعید (ٹھیکے دار صاحب کا لڑکا) کے متعلق پوچھنے لگا۔ میں نے اس سے کام کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ اس کا منی آرڈر آیا ہوا ہے۔ میں نے کہا: مجھے دے دو! اس نے کہا: تجھے دینے کا حکم نہیں۔ انھوں نے یہ خواب قبلہ مرشدی استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے یہ تعبیر بیان کی کہ محمد سعید بخت والا ہوگا۔ اس کا بخت آپ کو دکھلایا گیا ہے۔ کچھ دنوں بعد ٹھیکے دار صاحب کو پھر خواب آیا کہ ایک گھڑی ہے جو کہ چل رہی ہے۔ کوئی شخص مجھے کھول کر دکھاتا ہے وہ میرے دیکھنے پر بہ دستور چل رہی ہے۔ میں نے قبلہ استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہیں میری تعبیر پر یقین نہ آیا تھا۔ اللہ کریم نے اشارہ کیا کہ خواب کی تعبیر تجھے کھول کر دکھادی گئی ہے۔ ٹھیکے دار صاحب کہتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا کہ آپ میرے دل کی حالت پر بھی مطلع ہو گئے۔

۲۵- ایک عقیقہ کا بیان ہے کہ میری حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے ساتھ بیعت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے بے پایاں عنایات سے نوازا تھا۔ نماز کی پابند ہو گئی۔ تہجد بھی قضا نہ کرتی۔ تلاوت کلام پاک بھی برابر کرتی۔ دل میں کافی رقت پیدا ہو گئی۔ تھوڑی سی بات سننے پر آنسو جاری ہو جاتے۔ جب حضرت قبلہ بند یا لوی رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو میں بدحواس سی ہو گئی۔ اکثر اوقات آپ کے مزار پر حاضر ہوتی تو طبیعت میں قدرے سکون پیدا ہوتا۔ میرا خاوند مجھے منع کرتا کہ بار بار مزار پر کیوں جاتی ہو۔ ایک دن مزار پر پہنچی تھی کہ میرا خاوند وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ تجھے ان مزار والوں نے زندگی میں کیا نفع دلایا کہ اب ان کے مزار کو نہیں چھوڑتی۔ میں بادلِ نخواستہ خاوند کی رضا کے لیے چلی آئی۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک عجیب و غریب سا بتان ہے اور اس کے نیچے حضرت قبلہ جی بیٹھے ہیں اور مخلوق خدا آپ کی زیارت سے مستفیض ہو رہی ہے۔ میں بھی حاضر ہوئی تو آپ نے میرے خاوند کا نام لے کر فرمایا کہ تجھے فلاں نہیں آنے دیتا۔ میں نے عرض کی: جی حضور! تین بار غصہ سے اس بات کو نہ فرمایا خود اسی کو

نقصان ہے۔ خدا کی قدرت کہ چند دنوں بعد میرے خاوند کی حالت دگرگوں ہو گئی اور وہ طرح طرح کے مصائب کا شکار ہو گیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اللہ والے قبروں کے اندر بھی زندہ ہیں اور بعد از وفات بھی ایسا ہی فیض دیتے ہیں جیسا کہ اپنی حیات ظاہری میں۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

قبلہ فقیر العصر کی یادگار: جامعہ امدادیہ مظہریہ، بند یال

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ

کہ دروے بود قیل و قال محمد

حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بند یا لوی رحمہ اللہ نصف صدی سے کچھ کم عرصہ تک بند یال میں سفر گاہ تحقیق کی منزل بنے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد زُشد و ہدایت کا وہ مینار گر گیا جس کی ضیاء بارشعاعوں سے مسحور ہو کر عینین و بیار سے علم کے متوالے دوڑے دوڑے آتے۔ حضرت قبلہ فقیر العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ نے اپنے پیچھے دو صغیرین صاحب زادگان مولانا محمد عبدالحق صاحب و مولانا محمد فضل الحق صاحب کو چھوڑا تھا جن کو ابھی علوم کی تکمیل اور تربیت نظر کی ضرورت تھی۔ ارض بند یال سے علم و فضل کی بہار کا یہ دوار کوئی ایسا معمولی واقعہ نہ تھا کہ دستور کائنات میں فرق نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بند یال کے دلوں میں کوئی بات ڈال دی اور وہ لوگ علم و معرفت کی اس سلونی محفل کو پھر آباد کرنے پر تیار ہو گئے اور صاحب زادگان اور دیگر طلباء کی تعلیم کے لیے دائر العلوم جامعہ امدادیہ مظہریہ میں تعلیم کا باضابطہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ یوں استاذ العلماء بند یا لوی رحمہ اللہ کی اس دنیا سے رحلت کے بعد آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد سعید صاحب (منشی ملتان) کے ہاتھوں جامعہ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مولانا عبد الغفور صاحب حفیظ بانڈی والے اور مولانا علی محمد صاحب پدھر اڑوی نے بھی تدریسی خدمات کو جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد معقولات کے امام مولانا محمد الدین بدھوی رحمہ اللہ کی خدمات حاصل کی گئیں، مگر دینی خدمات کی وہ بے غرض تنویریں جن سے اہل بند یال مانوس تھے ابھی تک بند یال فضا کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ آخر ڈھونڈنے والوں کی نگاہیں اپنے دور کے سب سے بڑے فاضل استاذ الاساتذہ مولانا عطاء محمد صاحب چشتی رحمہ اللہ تکلیف دہ ارشد حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ کو ڈھونڈ

لائیں۔ مولانا کی تشریف آوری کے بعد ہر طرف سے تشنگانِ علم و معرفت پروانہ دار ٹوٹ پڑے اور عظمتِ رفتہ کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی جن کی شعاعوں سے ان کے قلوب حضرت استاذ العلماء کے دور میں منور ہو چکے تھے۔ ان حضرات کے علاوہ مختلف ادوار میں جن مدرسین نے جامعہ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں ان میں مولانا مفتی محمد طیب ارشد (کلور کوٹ)، مولانا محمد زمان صاحب (مہرہ)، علامہ عطا محمد متین (واں بھجراں)، علامہ محمد دین سیالوی (دندہ شاہ بلاول)، مولانا دوست محمد بندیا لوی (کوٹ موئن)، علامہ مفتی مسعود احمد تونسوی وغیرہم شامل ہیں۔

علوم عربیہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا جو اپنے پورے اہتمام سے جاری ہے۔

تعلیم و تدریس کا مبارک سلسلہ الحمد للہ اب بھی رواں دواں ہے۔ ربیبِ کریم سے یہی دعا ہے کہ اس کا بن علم سے حسب روایت علوم و معارف کے خزانے نکلتے رہیں۔

جامعہ مظہریہ امدادیہ کے صد سال:-

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۰ء میں بندیاں آ کر تعلیم و تبلیغ کے کام کا آغاز کیا۔ چون کہ آپ نے اپنی زندگی میں کسی کی احتیاجی محسوس نہیں کی لہذا کوئی اور مدرس مقرر نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ آپ تنہا پندرہ بیس تک بڑے اسباق خود پڑھاتے یا بعض اوقات غلیل ہوتے تو بڑے ساتھی چھوٹے ساتھیوں کو پڑھا دیتے۔ آپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد عام جامعات کی طرح یہاں بھی پڑھائی کا سلسلہ شروع کیا گیا جو ہنوز جاری و ساری ہے۔ یوں مرکزِ العلوم و المعارف جامعہ مظہریہ امدادیہ کے قیام کو ۲۰۱۰ء میں بہ حیثیت مجموعی صد سال مکمل ہو جاتے ہیں۔ متعلقین بندیاں کی طرف سے اس سال کو ”سالِ تشکر“ کے طور پر منایا گیا ہے۔ ابھی ”صد سالہ جشن“ کی تقریبات کا انعقاد باقی ہے جو کئی حالات کے باعث ملتوی کر دی گئی ہیں۔ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے ان شاء اللہ پورے ترک و احتشام سے تاریخی جلسے کا اہتمام کیا جائے گا۔

جامعہ کی نشاۃ ثانیہ:-

ابتداء میں جامعہ کی کل کائنات ایک خام حجرہ اور بوسیدہ برآمدے کے سوا کچھ نہ تھی۔ اب خدا

کے فضل و کرم سے جامعہ کی عظیم الشان بہترین عمارت ہے۔ ان تمام خدمات کا سہرا تاج الفقہا مظہر استاذ العلماء الحاج صاحب زادہ محمد عبدالحق بندیا لوی مدظلہ کے سر ہے۔ جب کوئی مستقل آمدنی نہ ہو مسائل محدود ہوں تو ایسے وقت میں امداد کی یورش سے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں، مگر صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا حوصلہ قابلِ داد ہے کہ انھوں نے باوجود مصائب کی آمدنیوں کے رونقِ بزم میں کمی نہ آنے دی اور یہ انھی کے دینی جذبہ کا ثمرہ ہے کہ آج بندیاں کے ریگ زاروں میں علم کے احریں گلاب کھل رہے ہیں۔

۔ ہوا تخی تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جسے حق نے دیا اندازِ خسروانہ

فضلاء جامعہ:-

اب تک جامعہ سے کثیر تعداد فضلاء فارغ ہو کر مشہور مقامات پر تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں سب کا ذکر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان میں سے چند ایک کی فہرست پیش کی جاتی ہے:-

- ۱- تاج الفقہا الحاج صاحب زادہ محمد عبدالحق بندیا لوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ بندیاں شریف
- ۲- مولانا الحاج ابو الفتح محمد اللہ بخش صاحب مہتمم دارالعلوم مظہریہ رضویہ، واں بھجراں
- ۳- اشرف العلماء مولانا ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام، سرگودھا
- ۴- مولانا حافظ غلام محمد صاحب تونسوی صدر مدرس جامعہ نصیریہ غوثیہ خواجہ آباد، ضلع میاں والی
- ۵- شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- ۶- مولانا پیر محمد صاحب چشتی چترالوی مہتمم مدرسہ غوثیہ معینیہ، پشاور
- ۷- مولانا عطا محمد صاحب قادری مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ
- ۸- مولانا محمد فضل سبحان صاحب صدر مدرس مدرسہ احسن البرکات، حیدر آباد
- ۹- مولانا ابو الوفا غلام رسول صاحب سعیدی دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، کراچی
- ۱۰- مولانا غلام محمد صاحب خطیب ٹنڈو قیصر، حیدر آباد
- ۱۱- مولانا قاری حافظ جان محمد صاحب مہتمم مدرسہ خفیہ رضویہ، بہاول پور

۱۲- مولانا حافظ محمد رمضان صاحب خطیب گوجرہ

۱۳- مولانا شیخ احمد صاحب خطیب چنیوٹ

۱۴- مولانا حافظ محمد حنیف صاحب خطیب بغدادی جامع مسجد قائد آباد

۱۵- مولانا عبدالواحد صاحب خطیب نوری جامع مسجد قائد آباد

۱۶- مولانا محمد منظور احمد صاحب خطیب و صدر مدرس مدرسہ انوار الاسلام، حافظ آباد

۱۷- مولانا محمد شہباز خان صاحب صدر مدرس مدرسہ حسینیہ رضویہ، شاہ والا ضلع سرگودھا

۱۸- مولانا صاحب زادہ نور سلطان قادری مہتمم مدرسہ انوار باہو، بھکر

۱۹- حضرت صاحب زادہ سید غلام حبیب صاحب سجادہ نشین وڑچھ شریف

۲۰- مولانا صاحب زادہ سید محمد جمال الدین صاحب کاظمی آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف

۲۱- مولانا حافظ شاہ محمد صاحب خطیب کنیلاں والا

۲۲- مولانا حافظ فیروز الدین صاحب خطیب مبین مسجد، کراچی

۲۳- مولانا محمد امام الدین صاحب خطیب اعظم منڈی چوہڑکانہ

اور ان کے علاوہ فضلاء کی ایک بہت لمبی فہرست ہے جو پیش کی جاسکتی ہے۔ اگر مشاہیر فضلاء ہندیاں کی حیات و خدمات کی ہلکی سی جھلک دیکھنی ہو تو ”قرۃ عیون الاقیال فی تذکرۃ فضلاء ہندیاں“ مولانا ابوالرضا غلام محمد ہندیا لوی شرق پوری مطبوعہ جامعہ مظہریہ امدادیہ، ہندیاں ملاحظہ کریں!

حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مختصر عرصے میں اتنے جید فضلاء کرام پیدا کرنا اور اصل حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء کی روحانی توجہ ہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ بغیر وسائل کے اتنے عظیم کام کا سرانجام پانا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حضرت استاذ العلماء کے تلمیذ رشید حضرت علامہ عطاء محمد صاحب چشتی رحمہ اللہ کی ان تھک مساعی اور قابل قدر خدمات نیز حضرات صاحب زادگان کے قابل ستائش خلوص کا ثمرہ ہے جس نے اس ریگ زار فضا کو علمی گلابوں سے مہکا دیا ہے۔ جامعہ کے اس ٹھوس اور تعمیری کام کی نظیر دور دور کہیں نہیں ملتی اس تھوڑے سے عرصہ میں جامعہ کی تدریسی زندگی نے اہل سنت کو بے شمار مدرسین عملا کیے۔ کتب معقولہ اور فنون عربیہ کی منتہی کتابوں کی تعلیم اب مدارس سے ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ یہ افتخار صرف

دارالعلوم جامعہ امدادیہ مظہریہ ہی کو حاصل ہے کہ اس میں معقول و معقول کی ہر باب میں علی وجہ اکمال تعلیم دی جاتی ہے۔

پُر شکوہ جامع مسجد

جامعہ کی عمارت کے ساتھ ایک وسیع و عریض پر شکوہ جامع مسجد ہے جس کا حال ہی میں توسیع کا کام جدید تعمیراتی فن کے مطابق انجام پایا ہے اور جس کا حسن و جمال دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اس چھوٹے سے قصبہ میں ایسی عظیم مسجد کی تعمیر اہل ہندیاں کے ذوق اور بنانے والوں کے عزم کی آئینہ دار ہے۔ یہ مسجد قبلہ استاذ العلماء مولانا محمد صاحب مرحوم کے اسم گرامی سے مشہور ہے اور آپ کے متعلقین و مریدین اور شاگردوں کی زیارت گاہ ہے۔ بے شمار لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کا مینار ہے۔ اس مسجد کے ساتھ بے شمار علم کے پیاسوں اور حق تلاش کرنے والوں کی توقعات وابستہ ہیں۔ ملک کے اطراف و اکناف سے بے شمار لوگ یہاں آتے ہیں اور دل زندہ کر کے لوٹتے ہیں۔ یہاں آکر نگاہوں کے سامنے استاذ العلماء رحمہ اللہ کا اسوہ چھا جاتا ہے۔ دلوں میں آپ کی یاد کروٹیں لینے لگتی ہے اور تمام روایات جو فقط آپ کی ذات ہی سے عبارت تھیں ذہن کے آفاق پر پھیل جاتی ہیں۔ پھر سینے میں غبار اٹھتا ہے اور ہلکوں کے راستے بخارات شفیق کی رنگت لیے ہوئے بہ نکلتا ہے اور فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ کے حضور ایک ہدیہ عقیدت پیش ہوتا ہے، دل تصور میں آپ کے قدموں میں ہوتا ہے اور روح ان مقامات پر جہیں آسا ہوتی ہے جنہیں آپ کے قدموں نے شرف بخشا تھا، جس راہ سے آپ گزرتے تھے، جہاں آپ نے اندازے رسول پر قہر و غضب کی بجلیاں گرائی تھیں اور غلامان رسالت پر مہر و عنایت کے بھول نچھاور کیے تھے، راز کی تعلیمات دہرائی تھیں، غزالی کا تصوف سکھایا تھا، ابن سینا کی حکمت سے روشناس کرایا تھا اور سیوطی سے تحسین کے پھول لیے تھے۔

یہ مسجد جب تک ارض ہندیاں میں قائم رہے گی علماء کے سینے جب تک علم سے آباد رہیں گے آپ کی یاد باقی رہے گی آپ کا ذکر زندہ رہے گا اور آسمان رحمت سے رضاے الٰہی کے پھول برستے رہیں گے۔

سنا کر دند خوش رہے بہ خاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها في السماء

شجرہ طیبہ خاندانِ چشتیہ صابریہ

سبحانک اللہم و بحمدک اسئلک باسمک الاعظم

نمبر شمار اسمائے مبارکہ

- ۱ و بجاہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ
- ۲ و بجاہ سیدنا علی ابن ابی طالب ﷺ
- ۳ و بجاہ امام العارفین سیدنا حسن بصری ﷺ
- ۴ و بجاہ سیدنا عبدالواحد بن زید ﷺ
- ۵ و بجاہ سیدنا فیصل بن عیاض ﷺ
- ۶ و بجاہ سیدنا سلطان ابراہیم اوہم ﷺ
- ۷ و بجاہ سیدنا عذیفہ مرثی ﷺ
- ۸ و بجاہ سیدنا ابی ہبیرہ ہنصری ﷺ
- ۹ و بجاہ سیدنا ممشا و علو وینوری ﷺ
- ۱۰ و بجاہ سیدنا ابی اسحاق شامی ﷺ
- ۱۱ و بجاہ سیدنا ابی احمد ابدالی چشتی ﷺ
- ۱۲ و بجاہ سیدنا ابی محمد محترم چشتی ﷺ
- ۱۳ و بجاہ سیدنا ابی یوسف چشتی ﷺ
- ۱۴ و بجاہ سیدنا مودود چشتی ﷺ
- ۱۵ و بجاہ سیدنا الحاج شریف زندنی ﷺ
- ۱۶ و بجاہ سیدنا عثمان ہارونی ﷺ
- ۱۷ و بجاہ سیدنا امام الطریقہ محسن الدین حسن مجزی ﷺ
- ۱۸ و بجاہ سیدنا قطب الدین بختیار کاکی ﷺ
- ۱۹ و بجاہ سیدنا فرید الدین شکر گنج ﷺ
- ۲۰ و بجاہ سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد الصابری ﷺ
- ۲۱ و بجاہ سیدنا شمس الدین ترک ﷺ
- ۲۲ و بجاہ سیدنا جلال الدین بانی پتی ﷺ
- ۲۳ و بجاہ سیدنا شیخ احمد عبدالحق ردولوی ﷺ
- ۲۴ و بجاہ سیدنا شیخ عارف بن احمد عارف ردولوی ﷺ
- ۲۵ و بجاہ سیدنا شیخ محمد بن عارف اردولوی ﷺ
- ۲۶ و بجاہ سیدنا قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی ﷺ
- ۲۷ و بجاہ سیدنا جلال الدین تھامسری ﷺ
- ۲۸ و بجاہ سیدنا نظام الدین بلخی ﷺ
- ۲۹ و بجاہ سیدنا ابی سعید گنگوہی ﷺ
- ۳۰ و بجاہ سیدنا شیخ محبت اللہ آلہ آبادی ﷺ
- ۳۱ و بجاہ سیدنا الشاہ محمد الفیاض ﷺ
- ۳۲ و بجاہ سیدنا الشاہ محمد الکی ﷺ
- ۳۳ و بجاہ سیدنا الشاہ عضد الدین ﷺ
- ۳۴ و بجاہ سیدنا عبدالبہادی امروہی ﷺ
- ۳۵ و بجاہ سیدنا عبدالبہادی امروہی ﷺ
- ۳۶ و بجاہ سیدنا عبد الرحیم شہید ولایتی ﷺ
- ۳۷ و بجاہ سیدنا مولانا سیانچو الشاہ نور محمد چھٹھانوی ﷺ
- ۳۸ و بجاہ سیدنا شیخ الحاج امداد اللہ چشتی صابری ﷺ
- ۳۹ و بجاہ سیدنا الحاج محمد حسین عمری عزیزی چشتی صابری ﷺ
- ۴۰ و بجاہ سیدنا حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی ﷺ
- ۴۱ و بجاہ سیدنا مظہر استاذ العلماء تاج الفقہا حضرت صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی
- تاریخ وصال مدینہ منورہ ۱۲ ربیع الاول
- نصف اشرف ۲۱ رمضان
- بصرہ ۴ محرم
- بصرہ ۲۷ صفر
- مکہ معظمہ ۳ ربیع الثانی
- شام ۲۶ جمادی الاولی
- مرعش ۲۳ شوال
- بصرہ ۷ شوال
- دینور ۲۳ محرم
- مکہ مکرمہ ۲۴ جمادی الثانیہ
- چشت ۳ جمادی الثانیہ
- چشت ۴ ربیع الثانی
- چشت ۳ رجب
- چشت ۵ رجب
- زندہ ۳ رجب
- مکہ معظمہ ۶ شوال
- اجمیر شریف ۶ رجب
- دہلی ۱۳ ربیع الاول
- پاک پتن ۵ محرم

- ۲۰ و بجاہ سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد الصابری ﷺ
- ۲۱ و بجاہ سیدنا شمس الدین ترک ﷺ
- ۲۲ و بجاہ سیدنا جلال الدین بانی پتی ﷺ
- ۲۳ و بجاہ سیدنا شیخ احمد عبدالحق ردولوی ﷺ
- ۲۴ و بجاہ سیدنا شیخ عارف بن احمد عارف ردولوی ﷺ
- ۲۵ و بجاہ سیدنا شیخ محمد بن عارف اردولوی ﷺ
- ۲۶ و بجاہ سیدنا قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی ﷺ
- ۲۷ و بجاہ سیدنا جلال الدین تھامسری ﷺ
- ۲۸ و بجاہ سیدنا نظام الدین بلخی ﷺ
- ۲۹ و بجاہ سیدنا ابی سعید گنگوہی ﷺ
- ۳۰ و بجاہ سیدنا شیخ محبت اللہ آلہ آبادی ﷺ
- ۳۱ و بجاہ سیدنا الشاہ محمد الفیاض ﷺ
- ۳۲ و بجاہ سیدنا الشاہ محمد الکی ﷺ
- ۳۳ و بجاہ سیدنا الشاہ عضد الدین ﷺ
- ۳۴ و بجاہ سیدنا عبدالبہادی امروہی ﷺ
- ۳۵ و بجاہ سیدنا عبدالبہادی امروہی ﷺ
- ۳۶ و بجاہ سیدنا عبد الرحیم شہید ولایتی ﷺ
- ۳۷ و بجاہ سیدنا مولانا سیانچو الشاہ نور محمد چھٹھانوی ﷺ
- ۳۸ و بجاہ سیدنا شیخ الحاج امداد اللہ چشتی صابری ﷺ
- ۳۹ و بجاہ سیدنا الحاج محمد حسین عمری عزیزی چشتی صابری ﷺ
- ۴۰ و بجاہ سیدنا حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی ﷺ
- ۴۱ و بجاہ سیدنا مظہر استاذ العلماء تاج الفقہا حضرت صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی
- کلیہ شریف ۱۳ ربیع الاول
- پانی پت ۱۹ شعبان
- پانی پت ۱۳ ربیع الاول
- ردولی شریف ۱۵ جمادی الثانیہ
- ردولی شریف ۲۱ شوال
- ردولی شریف ۲ جمادی الاولی
- گنگوہ ۲۳ جمادی الثانیہ
- تھامسری ۲۴ ذی الحجہ
- بلخ ۸ رجب
- گنگوہ ۱۴ ربیع الاول
- الہ آباد ۹ رجب
- اکبر آباد ۳ رجب
- امروہہ ۱۱ رجب
- امروہہ ۲۸ رجب
- امروہہ ۴ رجب
- امروہہ ۱۱ شعبان
- پشاور ۲۱ رمضان
- تھمچانہ ۴ شوال
- مکہ معظمہ ۱۲ جمادی الثانیہ
- اجمیر شریف ۸ رجب
- بندیال ۲۲ محرم

استاذ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ

۱- سند قرآن وحدیث وفقہ

سند اول: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← استاذ الکل علامہ ہدایت اللہ جون پوری ← استاذ مطلق علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ← سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ← اپنے والد ماجد امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی سے۔ رحمہ اللہ

سند ثانی: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← اپنے مرشد حضرت شاہ محمد حسین الہ آبادی سے ← علامہ شیخ قاری عبدالرحمن پانی پتی ← شیخ آفاق علامہ شاہ محمد اختر دہلوی ← سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ← اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے۔ رحمہ اللہ

سند ثالث: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← حضرت شاہ محمد حسین الہ آبادی ← علامہ شیخ احمد زینی وطلان کی ← شیخ عثمان دمیاطی ← شیخ امیر کبیر مصری۔ رحمہ اللہ

سند رابع: فقیہ العصر ← عبید اللہ سندھی ← ابی الخیر ← سید نعمان آلوسی ← اپنے والد شہاب سے ← خالد کردی ← شاہ عبدالعزیز دہلوی۔

سند خامس: فقیہ العصر ← عبید اللہ سندھی ← ابی الخیر ← استاذ العلماء مفتی الحنفی اللہ علی گڑھی ← مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب ”علم البصیۃ“ ← صدر حمید محمد اسحاق دہلوی ← شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

سند ششم: فقیہ العصر بندیالوی ← مولانا عبید اللہ سندھی ← شیخ رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ ← مفتی سعد اللہ ← حسن علی لکھنوی ← شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ← حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۲- سند فنون

سند اول: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← استاذ الکل علامہ ہدایت اللہ جون پوری ← خاتم الحکماء معلم رابع علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ← اپنے والد علامہ فضل امام خیر آبادی صاحب مرقات فی المنطق سے ← علامہ عبدالواجد خیر آبادی ← حضرت ملا محمد علم سندیلی ← بحر

العلوم علامہ ابو العیاش عبدالعلی لکھنوی ← اپنے والد استاذ الکل علامہ نظام الدین لکھنوی مرتب درس نظامی ← ملا قطب الدین شہید سہالوی و ملا امان اللہ بناری ← ملا دانیال چوراسی ← ملا عبدالسلام دیوی ← ملا عبدالسلام لاہوری۔ ان سے سلسلہ سند علامہ جلال محمد اسعد محقق الدروانی تک ان سے علامہ میر سید شریف ابی الحسن علی جرجانی تک ان سے الشیخ رئیس ابی علی سینا ان سے معلم ثانی ابی نصر فارابی تک ان سے ارسطاطالیس تک ان سے فیثاغورس یونانی ان سے سیدنا سلیمان نبی علیہ السلام ان سے اور یس علیہ السلام تک پہنچا ہے۔

سند ثانی: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی ← مولانا ابو الحسنات محمد عبداللہ فرنگی محلی صاحب ”مجموعۃ الفتاویٰ“ ← اپنے والد علامہ عبدالحمید بن امین اللہ سے ← اپنے والد مولانا امین اللہ سے ← اپنے چچا مفتی محمد اصغر سے ← اپنے والد مفتی احمد ابی الرحم سے ← مفتی ملا یعقوب بن عبدالعزیز ← ملا محمد حسن صاحب ”ملاحسن“ فی المنطق ← ملا نظام الدین سے بہ سند سابق۔

سند ثالث: علامہ فقیہ العصر یار محمد بندیالوی ← اپنے استاذ علامہ فاضل غلام احمد حافظ آبادی سے ← علامہ کبیر مولانا غلام قادر بھیروی ← علامہ جلیل غلام محمد بنی الدین بگوی اور حافظ احمد دین بگوی ← حضرت شاہ محمد اختر محدث دہلوی اور مولانا غلام قادر بھیروی ← مفتی صدر الدین آزرہ دہلوی ← علامہ فضل امام خیر آبادی۔ رحمہ اللہ

۳- سند طب

فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← مسیح الملک حکیم اجمل خان دہلوی ← معتمد الملک حکیم علوی خان ← حکیم محمد بادی شیرازی ← حکیم مرزا محمد تقی موسوی سے بقرطاب تک ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام تک ان سے حضرت اور یس علیہ السلام تک۔

استاذ العلماء فقیہ العصر علماء ومشاہیر کی نظر میں

۱- صدر الشریعت ہدایت الطریق مہنف ”بہار شریعت“ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا علی محمد صاحب مرحوم برادر اصغر حضرت علامہ عطا محمد صاحب رحمہ اللہ کا بیان

ہے کہ جب ہمیں دورہ حدیث کی خاطر مرکز اہل سنت بریلی شریف امام احمد شین حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کون سا ضلع ہے؟ میں نے عرض کی کہ سرگودھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی پنجاب کے رہنے والے تھے جو کہ نہایت ذکی الطبع، سریع الفہم فاضل تھے، مگر افسوس کہ جب سے وہ جدا ہوئے ہیں پھر ہمیں ان کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہیں۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی ایسے عالم ہیں جو کہ استاد اکل حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ہوں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! وہ میرے برادر اکبر مولانا عطا محمد صاحب کے استاد محترم استاذ العلماء فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیا لوی ہیں، جو کہ اس وقت بندیا ل ضلع سرگودھا میں جلوہ فرما ہیں۔ یہ سن کر آپ خوشی سے پھولے نہ سائے۔

۲۔ عاشق رسول مقبول، خانی الرسول، نائب اعلیٰ حضرت، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد:

حضرت علامہ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بندہ پر حد درجہ شفقت فرماتے۔ جب بھی لاکل پور میں سالانہ جلسہ دستار فضیلت منعقد ہوتا تو جلسہ کا اشتہار اور دعوت نامہ بندہ کو ارسال فرماتے اور جب کبھی حاضر خدمت ہوتا تو نہایت مہربانی سے پیش آتے اور اکثر دفعہ مجھ سے فرماتے: میرا ارادہ ہے کہ کسی وقت استاذ العلماء فقیہ العصر بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دوں مگر تقدیر الہی کہ آپ کی یہ حسرت دل ہی دل میں رہی اور آپ ہمیشہ کے لیے ہمیں داغِ مفارقت لگا گئے۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی جب کبھی استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تو بہت خوش ہوتے اور ان سے فرماتے کہ آپ کا اور میرا سلسلہ تعلیم ملتا جلتا ہے، کیوں کہ آپ کے استاد قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر اور میرے استاد قبلہ صدر الشریعت دونوں استاذ اکل حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

۳۔ نازش ملک و ملت، بطل حریت، شہنشاہِ اقلیم، خطابت، سبحان الوقت، خطیب ملت حضرت علامہ مولانا ابوالکلام صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر جمیۃ العلماء

پاکستان و مسند آراء استاذ عالیہ آکوہا شریف ضلع سیال کوٹ:

کسی صاحب فن کا پتہ اس کے فن سے چلتا ہے، مصنف کے مقام کا عرفان اس کی تصنیف سے ہوتا ہے، اسی طرح معلم اور مربی کے مقام کا پتہ اس کے حلقہ درس کے تربیت یافتہ متعلمین سے ہوتا ہے۔ حضرت مرحوم کی شہرت بہ طور ایک انتہائی کامیاب معلم کے اظہار من الشمس ہے۔ منتخب علما کی محافل میں ان کا ذکر خیر ہمیشہ احترام و اعتراف کے جذبات کے ساتھ ہوتا ہے اور خواص کے ہاں ان کی ذات کی یہ مقبولیت ان کے علوم و تربیت کی واضح دلیل ہے۔ حضرت علمی تفوق کے علاوہ انتہائی خلیقی، شفیق اور متوازن شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا وجود گرامی اہل سنت و جماعت کے لیے باعث عزت تھا۔

دلی دعا ہے کہ ان کے فیوض اُن کے متعلمین کے ذریعے جاری اور ساری رہیں! آمین! فیض الحسن عفی عنہ

۵۔ امام اہل سنت، حکیم الامت، مفسر قرآن، شارح حدیث، شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ غوثیہ نعیمیہ، گجرات:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و کفی و الصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد المصطفیٰ و علی آلہ و اصحابہ البدرة النقی۔ اما بعد۔ زندہ قومیں اپنے بزرگوں کی یادیں زندہ رکھتی ہیں، مردہ قومیں ان کو بھلا دیتی ہیں۔ اسلام نے گزشتہ بزرگوں کی یادگاریں مختلف طریقوں سے زندہ رکھی ہیں۔ سورہ قصص اور سورہ نمل شریف اللہ والوں کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ قربانی، ارکان حج، حضرت ابراہیم، اسمعیل اور بی بی ہاجرہ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔ ہم اہل سنت کا طرہ امتیاز یہی ہے کہ ہم لوگ بزرگوں کے ساتھ ان کی یادگاروں کو دفن نہیں کر دیتے، میلا دے شریف، گیارہویں پاک عرس بزرگان دین اور سوانح عربیوں کی اصل یہی چیز ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ۔

حضرت مولانا صوفی عارف باللہ، شریعت پناہ، طریقت دست گاہ، استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیا لوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے برصغیر ہندوپاک کے ممتاز مشہور بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے بڑے بڑے نام و در علمائے جن سے آج دین روشن ہے۔ ضرورت تھی کہ اہل سنت کو ان کے

حالات، برکات، فیوضات اور کرامات سے مطلع کیا جائے۔ خدا تعالیٰ خوش رکھے مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی اور ملک محمد اکبر خاں صاحب ساقی کو جنہوں نے یہ اہم کام انجام دیا کہ استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد صاحب ہندیالوی مرحوم کی یادگار میں کتاب مستطاب "حیات استاذ العلماء" تالیف فرمائی۔ اللہ رب العزت اس کتاب کو قبول فرمائے۔

ایں دعا از سن واز جملہ جہاں آمین باد

۱۵ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء بروز جمعہ المبارک

۶- جامع علوم عقلیہ و نقلیہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامة مولانا ابوالفظ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور:

فقیر العصر استاذ العلماء حضرت العلامة مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان نام و در شخصیتوں میں سے ہیں جنہیں نام سے نہیں کام سے مطلب تھا باوجودے کہ آپ ایک گم نام علاقہ میں زندگی بسر کر گئے لیکن ان کے کارناموں نے ان کو نام ورنہ دیا۔ کاش! یہ بندہ خدا کسی مرکز پر رونق افروز ہوتا تو آج کی دنیاے تحقیق کو پتہ چلتا کہ وہ مرد حق آگاہ کون تھا۔

حضرت مولانا شاہ سلیمان اشرف صاحب سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت سیدنا شاہ احمد رضا قدس سرہما کی روح سے پوچھیے (جس نے اس مرد مجاہد کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا) تو وہ کہہ اٹھے گی کہ میدان تحقیق میں مولانا مرحوم یکتا روزگار تھے۔ علوم و فنون کے سمندر بے کنار کا بھی استغنا قابل داد ہے کہ جب مذکور تلمیذ عزیز کو پتہ چلا کہ ان کے آقا فقر و غنا کے بادشاہ ایک غیر معروف علاقہ میں زندگی بسر فرما رہے ہیں تو عرض کی: حضور! یہاں علی گڑھ یا امیر شریف تشریف لے آئیے! آپ کی عزت و عظمت کو چار چاند لگ جائیں گے اور دنیا آپ کی عزت و عظمت کو دیکھ کر رشک کرے گی پھر دنیا و دولت کا کیا کہنا۔ آپ نے نہایت ہی لاپرواہی سے کہلا بھیجا کہ عزیزم! فقیر یہاں اچھا ہے کہ جہاں اللہیت ہی اللہیت ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ مولوی اشرف علی تھانوی (جس پر دنیاے دیوبند کو ناز ہے) کو و علمہ ادمہ الکسماء کے مختصر جملہ میں علوم کلیہ کے اثبات و نفی میں ایسا پھنسا یا کہ مرتے دم تک اس کو اس کا جواب نہ بن آیا۔ جب حکیم الامت دیوبندیہ ان کے سوال کے جواب کی تاب نہ لاسکا تو بھر باقی

پیر و کاروں کو کہاں ہمت کہ اس شیر زیاں کے مقابلہ میں آسکتے۔

آپ کے تعارف میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ صوفی کامل عالم عامل حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب چشتی الہ آبادی خلیفہ ارشد حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں اور لطف یہ ہے کہ مولانا شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہمارے موصوف کی گود میں ہی ہوا، جب کہ اہل دل ان کے وصال کو ایک عجیب کرامت فرماتے ہیں کہ عین سماع میں جان جان آفرین کو دے دی۔ ہمارے موصوف نہ صرف علامہ زمان تھے، بلکہ مصلوئے طریقت کے بھی زیب و زینت تھے، مگر دنیوی لالچ کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور دین کا وہ عہدہ سنبھال لیا کہ شب و روز کی ان تھک کوششوں سے محققین و مدد رسیدین کی بڑی فوج تیار کر لی جس سے آج پاک و ہند کے مدارس علامہ کے مرہون منت ہیں کہ جہاں بھی دیکھو مولانا کے خوشہ چلن علماء حضرات مدارس عربیہ کی مسند سنبھالے بیٹھے ہیں۔ فقط والسلام ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ شب سہ شنبہ

نوٹ: چلتے چلتے فقیر نے چند اشارے کر دیے، ورنہ کہاں مولانا ہندیالوی مرحوم اور کہاں فقیر اویسی کا قلم۔
۷- فخر اہل سنت، مجاہد ملت، نابض قوم حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی خطیب زینہ المساجد و سرپرست ماہ نامہ "رضائے مصطفیٰ"، گوجران والا:

استاذ العلماء (فقیر العصر) حضرت مولانا علامہ یار محمد صاحب ہندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نیاے اہل سنت میں ایک نمایاں مقام اور بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی زہد و ریاضت، تعلیم و تعلم اور تبلیغ و عبادت میں گزاری۔ بہ کثرت مخلوق کو راہ ہدایت دکھائی اور تشنگان علم کی پیاس بجھائی۔ آپ کے صاحب زادگان اور تلامذہ علمائے کرام آپ کے علم و فضل کی چلتی پھرتی نشانیاں اور زندہ شہادتیں ہیں۔

مولانا تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کی آپ کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات کے سرچشمہ "جامعہ امدادیہ مظہریہ" کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے! آمین ثم آمین، بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

۸- مجاہد ملت حضرت مولانا فتح محمد صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خطیب اعظم راولپنڈی:

سیدی و مولائی استاذ یم حضرت مولانا یار محمد صاحب ہندیال والے مرحوم بندہ آپ کی خدمت میں تقریباً اڑھائی تین سال رہا۔ تقریباً یہ وقت ۱۹۳۰ء وغیرہ میں ہوگا۔ حسب ذیل کتب

آپ سے پڑھیں: میرا بیاباغی، قطبی و میر قطبی، ملا حسن، ہدیہ معیدہ، شرح جامی، مختصر معانی، حسامی، شرح وقایہ۔

آپ کی صورت اور سیرت دونوں قابل تعریف تھیں۔ طرز تعلیم یہ تھا کہ اکثر مصلے پر بیٹھ جاتے اور طلبا حاضر ہو کر اسباق پڑھتے۔ کس قدر مشکل اور اذوق کتاب کیوں نہ ہو، متعلم اپنے منشا اور حیثیت کے مطابق عبارت پڑھ دیتا اور آپ تقریر فرماتے۔ بندہ نے آپ کے سامنے کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ تقریر اس قدر جامع اور مانع ہوتی کہ متعلم کے لیے ہرگز عجائز نہ رہتی کہ کوئی اعتراض کر سکے یا کوئی چیز اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اگر کوئی متعلم اپنی کم استعدادی یا کم توجہ کی بنا پر کچھ پوچھتا تو آپ ہرگز ناراض نہ ہوتے، صرف اس قدر فرماتے: ”اوجھڑے! نہیں نے تو میرے اس سوال کا جواب دے دیا تھا، تو نے خیال نہیں کیا۔ اچھا، پھر سن!“ تمام تقریر کو دہرایا کرتے تھے۔ تو بعد از تحقیق معلوم ہوتا کہ واقعی یہ بیان پہلی تقریر میں آچکا ہے۔ اس قدر تکلیف گوارا فرما لیتے مگر متعلم کی دل شکنی برداشت نہ ہوتی۔ اگر متعلم میں استعداد ہوتی تو آپ کی تقریر سنتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ جسم کی رگ رگ میں آپ کے بیان کا اثر ہوتا جا رہا ہے۔

اکثر آپ ذرا دیر سے تشریف لاتے اور طلبا شکوہ کرتے رہتے کہ بھلا یہ بھی کوئی پڑھانے کا وقت ہے، آپ ہمیں جواب کیوں نہیں دے دیتے، مگر جب سبق کی تقریر شروع ہوتی تو ہم سب سے پہلے یہ شکر کرتے کہ الحمد للہ سبق پڑھاتے تو ہیں، اگر نہ پڑھاتے تو ہم کیا کرتے۔ آپ اکثر خاموش مگر سر جھکائے ہوئے اللہ کریم کی یاد میں مصروف رہتے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ و دیگر کمالات میں اس قدر برتری کے ہوتے ہوئے انتہائی درجہ منکسر المزاج تھے۔ کبھی کسی صورت میں کسی پر بھی بلندی اور فوقیت کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ جب کسی کتاب میں، کسی مسئلہ میں مذاہب یا کسی چیز کے اقسام بیان فرماتے تو حیرت ہوتی تھی کہ کس قدر آپ کو یہ چیزیں یاد ہیں پھر آخر جب اپنی تحقیق بیان فرماتے تو وہ کیف پیدا ہوتا جو میرے بیان سے باہر ہے۔ آپ کی برادری یا دوستی یا محبت کتابوں سے تھی اور طلبا سے بے حد مستثنیٰ مزاج تھے، مگر حسن اخلاق اور اپنے خلوص سے پورے ملک کو اپنے فیض سے فیض یاب فرمادیا۔

آپ کے دم اور دعا میں بڑا اثر تھا۔ اکثر اوقات لوگ حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ ہم طلبا کو یہ پسند نہ ہوتا تھا، مگر دونوں سے مہربانی فرماتے۔ جمعہ کے دن تقریر فرمایا کرتے۔ جناب

حبیب خدا ﷺ سے اس قدر عشق و محبت کہ اکثر بیان فرماتے آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور مضمون پورا نہ ہو سکتا۔ دور دراز علاقوں کے پرانے جھگڑے جو مدتوں سے برادر یوں میں چلے آئے تھے فیصلے کے لیے آپ کی خدمت میں پیش ہوتے۔ اکثر فریقین کو بلایا جاتا اور کبھی خود موقع پر تشریف لے جاتے۔ فیصلہ سنانے سے پہلے فریقین کے زوہد و ایک تقریر فرماتے اور پھر فیصلہ سنا کر فریقین کو آپس میں راضی کر کے روانہ کرتے تھے گویا ان لوگوں میں لڑائی ہوئی ہی نہیں۔

رات کا اکثر حصہ مطالعہ اور نوافل میں گزر جاتا۔ کتابوں سے اس قدر تعلق تھا کہ طلبا کی شناخت بھی بذریعہ اسباق ہوتی تھی، ورنہ طلبا کے نام وغیرہ یاد نہیں ہوتے تھے۔ دین کے خلاف بات برداشت نہ ہوتی مگر اس کے علاوہ آپ کو کبھی غصہ میں نہ دیکھا۔ بندہ نے آپ کو مسکراتے ہوئے تو دیکھا مگر قہقہہ لگانے کی کوئی نوبت نہ آئی۔ جب کبھی کسی نیاز مند نے کوئی خدمت کی اور خوش ہوتے تو یہی فرماتے: اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہو! مگر آپ کے یہ الفاظ ہوتے: اللہ تعالیٰ راضی ہو دی! ان دعاؤں سے بہت سے لوگوں نے فائدے حاصل کیے اور کر رہے ہیں۔

بندیال کے ماحول میں بڑے دشوار حالات پیش آئے مگر الحمد للہ آپ نے بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا اور آخر غالب آئے۔ آپ کسی ایک فن میں نہیں بلکہ ہر فن میں کامل اور ماہر تھے۔ بندہ کو تو یہ الفاظ کہنے کی ہمت اور جرأت نہیں، یہ عقیدہ اہل علم لوگوں کا تھا۔ دور علاقوں سے آنے والے لوگوں سے ان کی عقل اور حیثیت کے مطابق بات ہوتی تھی۔ آپ کے تعویذات میں اس قدر اثر تھا کہ اکثر مخالف بھی ظاہر نہیں تو در پردہ تعویذات لے جاتے اور انھیں فائدہ ہوتا۔ بڑے قابل اور لائق طلبا دور دراز علاقوں سے آ کر تعلیم حاصل کرتے۔ مثنیٰ دعا فتح محمد راولپنڈی

۹۔ الفاضل الوحيد العالم الفرید حضرت مولانا الحاج الحافظ غلام مہر علی صاحب گولڑوی رحمہ اللہ خطیب اعظم چشتیاں شریف:

رئيس العلماء سند الفضلاء الاستاذ الشهير و الشيخ الكبير يار محمد رحمه الله تعالى: ولد العلامة يار محمد بن سلطان محمد بن شاه نواز بقصة بنديال من قصبات مديرية ميان والي سنة الهجرية سبع و تسعين بعد الالف و الماتين حفظ القرآن المجيد بقرية پکھ من مضافات ميان والي و الكتب الابتدائية علي المولوي محمد امير مصنف الرسالة الاميريه المنظومة في

الصرف بقرية جهنڈیر من مضافات ملتان و بعض العلوم بقرية پنجائن من مضافات جھلم والبعض على الفاضل عبيد الله السندهى ثم رحل الى لاهور و اخذ الفنون العالية عن الاستاذ الشهير غلام احمد الحافظ آبادى المدرس فى المدرسة النعمانية بلاهور ثم انتقل الى استاذ الكل امام الفن رئيس العلماء العلامة هداية الله الترام پورى فاكمل عليه جميع العلوم والفنون برام پور و بهر فى العلوم كانه صار بحر العلوم و بدر النجوم و بعد الفراغ رحل للبيعة فى الطريقة الى الله آباد فبايع على يد مرشد العصر قبله الاصفياء و كعبة العرفاء الشيخ محمد حسين الاله آبادى خليفة العارف الشهير و الشيخ الكبير الحاج امداد الله المهاجر المكي رحمهم الله فشرف عن حضرته بالخلافة و اجازة الارشاد بعد اقامته فى حضرته ثلاث سنين و بعد الفراغ درس العلوم زمانا فى مدرسة نواب رياسته ثونك ببلدة ثونك و مدة ببلدة بهوپال ثم انتقل الى موطنه بنديال و افاض العلوم فيها ثلاثين سنة و ما بحث باحد فى المسائل العلمية الا غلب عليه كان بحرا بلا ساحل سمعت عمن اثق به ان العلامة يار محمد وقع المكالمة بينه و بين رئيس المنكرين اشرف على التهانوى فقال له: ان عقيدة العلم الكلى لبينا عليه السلام ما تقول فيها؟ فقال التهانوى: انها شرك. قال العلامة: ان لفظ الاسماء فى قوله تعالى: وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا جمع معرف بلام الاستغراق و مؤكد بلفظ الكل الذى لا يحتمل التخصيص فهذا علم كلى ثابت للنبي فكيف تكون شركا و كفرا؟ قال التهانوى: ان علم الاسماء لا يثبت به علم المسميات فهو غير مفيد للانكشاف التام. قال العلامة: هذا غلط فاحش لان علم المسميات ايضا ثابت بهذا النص لسيدنا آدم كما قال الله تعالى: ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ الْأَيَّةِ ثُمَّ قَوْلَهُ لَأَدُم: أَنْبِئُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ صريح فى ان جميع المسميات احضرت فى حضرته فعلم كلها فسكت التهانوى و ايضا سمعت عمن اثق به ان رجلا قال فى حضرته ان علم الله تعالى دائمى فان سلم العلم الدائمى لسيد الانبياء يلزم الشرك فقال العلامة ان الدوام

يصلح صفة العلم يمكن فيه الانقطاع و هذا لا يليق فى شان علم الواجب الوجود فعلم الله تعالى ضرورى ثابت منزّه عن امكان الانقطاع فان سلم العلم الدائمى لبينا الكريم عليه الصلوة و السلام لا يلزم الشرك اصلا و كذلك له مباحث عليّة. اخذ العلوم عنه خلق كثير منهم العلامة الحافظ عطا محمد الجشتى المدرس فى المدرسة الامدادية المظهيرية بنديال و العلم الشهير العلامة ابو الحقائق محمد عبد الغفور الهزاروى مهتمم الجامعة النظامية و خطيب المسجد الجامع بوزير آباد و المولى احمد شاه الديوبندى بقرية چو كبرى من مضافات سرگودھا و مفتى الديوبندية محمد شفيع بسرگودھا و المولى محمد يسين الديوبندى بقرية وان بهجران بمديرية ميان والى و الفاضل عبد الحق بقرية پير زنى من مضافات كيمبل پور و الفاضل السيد وارث على الساكن عيسلى خيل و الفاضل محمد سعيد بقرية ملتان الصغیر من مضافات كيمبل پور و غيرهم من الافاضل و بعد اشاعة العلوم و فيضان الفنون رحل العلامة يار محمد الى الدار الاخوة سنة الهجرية سبع و ستين بعد الالف و ثلث مائة. (اليواقيت المهرية شرح الثورة الهندية رقم الصفحة: ۳-۱۰۲)

۱۰- نحر الاقنیا والاصفيا فقير سلطان على صاحب غلفه مجاز قبله عالم غلام حسين (سواگ شريف) موضع شاه والا

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت فقیر میاں احمد الدین صاحب رحمہ اللہ آتر اواسے جو کہ ایک خدا رسیدہ مشہور زمانہ ولی کامل تھے اور ان کی کرامات کا شہرہ علاقہ بھر میں عام ہے، حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیر ہندیا لوی رحمہ اللہ موضع آتر میں تشریف لے جاتے تو حضرت میاں صاحب کہتے کہ مولانا یار محمد صاحب ہندیا لوی نائب رسول ہیں۔ اکثر دفعہ یہ کلمات طیبہ حضرت میاں صاحب فرماتے تھے۔

یہ تاثرات ایک کامل مرد خدا کے ہیں۔ ان سے حضرت استاذ العلماء مرحوم کی عظیم شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے چچا صاحب مولوی محمد علی صاحب ایک درویش صفت اور

خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جب حضرت قبلہ استاذ العلماء ہندیا لوی مرحوم ہندوستان سے تشریف لائے تھے تو اس دوران کسی نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض کی کہ جناب! لڑکوں کی تعلیم کے لیے کسی مولوی صاحب کا تقرر ضروری ہے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اب ہمیں کسی عالم کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ اب تمام ہندوستان یہاں آ رہا ہے اور اشارہ حضرت قبلہ ہندیا لوی کی طرف تھا۔

حضرت مولانا مرحوم کے اس اقد سے استاذ العلماء کی جلالت علمی کا پتہ چلتا ہے۔

انہی فقیر سلطان علی صاحب کا بیان ہے کہ مولوی گل جہان صاحب منہ جاہ والے ایک دفعہ ہندیا لوی حضرت فخر الاصفیاء الاولیاء استاذ العلماء رحمہ اللہ کی خدمت میں کسی مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے اور جب شاہ والا تشریف لائے تو بعد از ادائے نماز کافی اجتماع تھا کہ مولوی صاحب کانوں کو پکڑ کر بہ آواز بلند فرمانے لگے: اے اللہ! میری توبہ۔ اے اللہ! میری توبہ۔ میں نے پوچھا: مولوی صاحب! آج کیا بات ہے؟ تو فرمانے لگے: قبل ازیں استاذ العلماء فخر الاولیاء الاصفیاء کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب نہ ہوا تھا اور لا علمی کی وجہ سے بعض اوقات حضرت کی شان میں ناشائستہ کلمات صادر ہو جاتے تھے۔ آج جب حضرت کی زیارت کی تو آپ کو علم و عرفان کا سمندر پایا، جب مسائل کی تحقیق فرمانے تو عقل دنگ رہ جاتی، مسئلہ کے جس پہلو پر توجہ فرماتے، دلائل کے انبار لگا دیتے۔ فلاں امام نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا، فلاں کی یہ تحقیق ہے اور فلاں کی یہ تحقیق اور ویسے بھی ایک فرشتہ سیرت انسان ہیں۔ میں اللہ کریم سے معافی مانگ رہا ہوں کہ اے اللہ! آج سے قبل جو کلمے مجھ سے حضرت کے بارے میں گستاخانہ صادر ہوئے ہیں مجھے معاف فرما!

واضح رہے کہ مولوی گل جہان صاحب مائل بدو بندیت تھے، لیکن قبلہ حضرت کا شان تھا کہ ان کی جلالت علمی اور عرفانی کالوہا بنی لہیں کو بھی ماننا پڑتا تھا۔

نذرانہ عقیدت

بہ حضور جناب فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد ہندیا لوی رحمہ اللہ

از رشحات قلم: اجمل خاں رضوی

مرحبا صد مرحبا اے سر زمین ہندیا لوی! جس نے اندھیرے اُجالوں میں بدل کر رکھ دیے سرور کونین کا وہ عاشق و دم ساز تھا مولانا احمد رضا کے مسلک حق کا نقیب اُس کے خطبوں سے جھلکتا تھا محبت کا پیام کیا نشہ ملتا ہے ہائے یہ تو اس سے پوچھیے زندگی بھر اللہ والوں کا نشان بن کر رہا قبلہ استاذ العلماء شیخ قرآن و حدیث مولانا یار محمد پیکر عشق حبیب جو محمد کا ہوا محشر میں ہوگا ان کے ساتھ اولیاء اللہ کے دم سے باغ ایمان میں بہار اولیا پوشیدہ ہو کر زندہ جاوید ہیں جو شگوفے پھوٹتے ہیں زندگی کے باغ میں خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے طفیل

تیری مٹی سے ہوا ہے مرد کامل کا ظہور جس کے دم سے ہو گئے تار یک گوشے نور نور توڑ ڈالا اُس نے اُٹھ کر شیخ نجدی کا غرور جس نے ڈنکا اہل سنت کا بجایا زور زور اُس کے نعشوں سے جھلکتی تھی مے کیف و سرور جس کو بخشا ہو کبھی ساقی نے بادہ طہور آج بھی اس کی لحد ہے رشک صد جلوہ طور جن کے تلمیذ رشید ہیں مولانا عبد الغفور نام ان کا ہے دلیل قرب درگاہ حضور ہست فرمان جناب شافع یوم الشفور خاک جانے وہ ہو جس کی عقل ناقص میں فتور وہ بتاتے ہیں جو ہیں دانائے احوال قبور پھول بن کر ان کو مرجھانا بھی ہوتا ہے ضرور اُس کے مرقد پر ہو اجمل رحمت رب غفور

ریحان عقیدت

از:- رُبْدَةُ الْفُضْلَا عِدَّةُ الْعُلَمَاءِ مولانا علامہ ابوالضیاء محمد باقر صاحب

صدر المدین مدرسہ عربیہ خفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع سائی وال

خدا خود عارف خویش آفریدہ بہر مشتاقاں بہ عالم مرد درویش آفریدہ از پئے پاکاں
ز امواج بحور شگشت عالم سیرتالب ہا کہ افشردہ لآلی بالتوالی روز ہا شب ہا

تاسیس / کارکردگی: ”دار الاسلام“ صالح اسلامی افکار کا ضامن اور خالص مذہبی نظریات کا حامل ایک علمی تحقیقی اشاعتی ادارہ ہے، جس کی بنیاد 1429ھ/ 2008ء میں رکھی گئی اور محض اللہ تعالیٰ حمد کے کمال فضل سے اب تک پیہم اپنے نیک ارادوں اور دور رس منصوبوں کی تکمیل کے لیے تازہ دلولوں کے ساتھ کوشاں ہے۔ بجز اللہ سبحانہ اس مختصر عرصے میں ادارہ نے وقت کے نباض علماء اور پختہ کار محققین کی سرپرستی میں اپنے کئی اہداف و مقاصد میں کما حقہ کامیابی حاصل کر کے با مقصد قیام کا ثبوت دیا ہے۔

منشور / عزائم: ”دار الاسلام“ کی اساسی اغراض میں سب سے پہلے پاکستان پھر دنیا بھر میں اسلامی فکر کے خلاف پھیلائی گئی اندوہ ناک میڈیا کی جنگ (Media War) کے مقابل مسلمات و شعائر اسلام کا تحفظ اور ترجیحی بنیادوں پر امور سلطنت و اصول ریاست پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا شعور بیدار کرنا اور جمہوریت (Democracy) کی خرابات کو آشکارا کرنا کہ جس کا اسلامی نقطہ نظر سے نظام کفر ہونا مسلم ہے، پھر خاص الخاص اسلامیت (Islamization) کا فروغ اور ارتداد (Apostasy) و الحاد (Atheism) کا استیصال ہے، نیز وہ طاقتیں جو اسلام کا نام استعمال کر کے اندرون خانہ اسلامی ساکھ کو کھوکھلا کرنے میں دن رات مصروف کار و برسر پیکار ہیں اور وہ سازشی عناصر بالخصوص مشرک دین اور طبقہ بے دین جو بین الاقوامی سطح پر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ (ماڈی) ترقی کے اس دور میں اسلام - معاذ اللہ - فرسودہ نظام بن چکا ہے جس کا کچھ اندازہ دنیا کے کئی خطوں میں رائج مختلف قسم کے ظاہر اقتصادی اصولاً منجربیت اور دہریت کے پرچارک نظاموں جیسے کپٹل ازم (Capitalism)، سوشل ازم (Socialism)، مارکس ازم (Marxism)، کمیون ازم (Communism)، بائو ازم (Bolshevism) وغیرہ کے وضعی و اقبالی مقاصد سے بھی لگایا جاسکتا ہے، ان بیمار ذہنوں اور مردہ دلوں کو دین الہی کی ابدی آفاتیت اور اس نظام کی سرمدی برکات سے روشناس کرا کے اس زعم باطل کا قلع قمع کرنا اور وہ تمام تر تحریقی قوتیں جو کسی بھی طرح سے اسلام کی اصلی شکل کو سوجھنے کے لیے ہیں ان کا تعاقب کر کے انھیں بے نقاب کرنا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہ طور خصوصی تشکیلات، خارجیت (Kharlijism)، قادیانیت (Ahmadiyya)، یہودیت (Judaism)، عیسائیت (Christianity)، ہندومت (Hinduism)، بدھ مت (Buddhism)، سکھ مت (Sikhism) اور کنفیوشس مت (Confucianism) اور دیگر ادیان و مذاہب و مذاہم کے اسلام کی کاوشوں کو منظر عام پر لایا جائے گا اور ان سے بھی بڑھ کر خطرناک سوچ جسے مادیات (Materialism)، جدیدیت (Modernism) اور لادینییت (Secularism) سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس کے اثرات مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہنوں پر رائج ہو چکے ہیں ان کے ازالہ کے لیے حسب اقتضا سنجیدہ و مسکت لٹریچر مواد فراہم کرنا مع ہذا مسلم دنیا کے سنگت مسائل پر دور حاضر کے بالغ النظر و وسیع المشاہدہ اور صحیح الاعتقاد و العمل سکارلز کے صحت مندانہ دانش و دانش اور نقادانہ تبصرے اور تجزیے مسلمانین عالم کے سامنے پیش کرنے کے مبارک عزائم بھی ادارہ کے تقریری افکار کے لازمی اجزا ہیں۔

اس کے علاوہ اسلامی تاریخ کے اُن تابندہ نقوش کی تدوین جو تاریخ کے صفحات پر اُن مٹ تھاقی بن کر ثبت ہو چکے ہیں اور اسلام کے عہد عروج کی وہ تاب ناک شخصیات جنھوں نے اپنی زندگیاں دین کے نام پر

کمال کمال شہادتیں نگر اندر لکھواہائیں دلیل اہل حکمت بوسہ دیوار و درہائیں نہ بندیاں و ہزارہ تازہ فیوض جام نوشیدہ کہ از ابر شمش بر دے بہ خاص و عام بخیدہ حکیمے بود زندہ کرد ابواب غزالی را یہ سوز خویش تازہ کرد آداب بلالی را اگر یار محمد نامدے بایں چنین شانے دریاں سونامدے کس نامدارے بایں چنین شانے ضیاء یونان نو آں مرداں جا کرد ایجادے زیادتش از غزالی روی رازی آدم یادے

۱- اشارہ الی العلامة مولانا عطا محمد البندہ ہالوی رحمہ اللہ

۲- اشارہ الی العلامة محمد عبد الغفور ہزاروی ہزاروی رحمہ اللہ

گل عقیدت

از:- علامہ ابوالسبیل محمد مقصود احمد قادری سابق خطیب داتا دربار، لاہور

جامع علم و عرفان عالم علم بطون
نیر افلاک تحقیق و تدقیق علوم
شاہ باز قدس قانی فی الرسول
گشت پراں عقل او در علوم
فَقِيهَ الْعَصْرِ فَرَدَ الدَّهْرِ اُسْتَاذُ الْعُلَمَاءِ
كَانَ ضِرْغَامًا بَسِيلاً فِي الْعُلُومِ حَتَّى
اَسْكَنَتِ النَّهَائِيَّ فِي الْعُلُومِ قَطْ
حَتَّى السَّهْلِ رَتَا بَلْ قُوَّةُ
اَدْعُوا اللَّهَ طَيْبَ ثَوَاهُ
شَيْخِ كَامِلٍ مُرْدَعَارِفٍ فَاضِلٍ حَكَمِ فَنُونِ
سَيِّدِ اصْحَابِ تَثْلِيثٍ وَ تَرْجِيحِ فُهْمِ
سِرْفَرِازِ نُورِ دَانَمِ فِي الْوُصُولِ
گشت بالا علم او از ذی فہوم

۱- یعنی اہل ہند و اور وہ علماء جنھیں ہند میں مہارت تامہ حاصل ہے۔

۲- اصل میں المواصلہ ہے، ضرورت شہری کی وجہ سے تاکو حذف کیا گیا ہے۔

۳- اشرف علی

وقف کیں اُن کے بے پناہ درد اور خلوص بھرے ناقابل فراموش کارنامے اُمت کے سامنے پیش کرنا نیز روایت سے ہٹ کر اُسلاف علماء و فضلاء کی تاریخی حیثیت کی گہم گشتہ علمی فنی زریں تحقیقات کو دریافت کر کے زندہ کرنا، خلافت (اسلامی نظامِ ہائے حیات) کی کرامات و محاسن سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور عالمی میڈیا پر جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو واضح کرنا نیز جہاد کی حقیقی فکر کو زندہ رکھنا اور 'اسلامی پاکستان' کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کوششیں کرنا جس کے حصول کے لیے ہمارے بزرگوں نے اپنی جانوں کے قیمتی نذرانے تک پیش کر دیے، لیکن بد قسمتی سے پاکستان کی 64 سالہ تاریخ (66 سال قمری) میں وہ پاکستان، ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی نصیب نہیں ہو سکا! یہ اس ادارہ کے عظیم مقاصد میں شامل ہے۔

علمائے اسلام کے اُردو زبان و ادب کے بھی ایسے کئی نادر و نایاب شہ پارے سامنے لائے جائیں گے، جو فن اور تخلیق میں اپنا نام اور مقام رکھتے ہیں۔ نیز علم و تحقیق کا ہر وہ چھوٹے سے چھوٹا گوشہ جس کی اہمیت سے لوگ غافل یا تساہل برت رہے ہیں، اُس پر جدید سائنسٹک انداز میں کام کر کے اُس میں محققین کے لیے نئی جہات تلاش کرنے کا پروگرام بھی ادارہ کے مشن کا حصہ ہے۔

”دائر الاسلام“ کسی وقتی عمل کا نام نہیں بلکہ ناگزیری وجوہ کی بنا پر قائم کیا گیا ایک ادارہ ہے، ایک مستقل تحریک ہے۔ ایسے دور میں کہ جب گم راہی حتیٰ کہ بے دینی ایک مضبوط اور منظم منصوبے کے تحت کوچہ کوچہ، گھر گھر منتقل کی جا رہی ہے، باطل کے کارندے خفیہ اور علانیہ ہر ممکن طریقے سے حق کو دبائے کی کردہ سازشیں کر رہے ہیں، ستم بالائے ستم یہ کہ باطل پر حق کا لیل چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے، ایسے حالات میں ایک ایسے ادارے کا قیام عالم اسلام کے لیے مبارک بھی ہے اور نہایت اہم بھی، جو ہر سو صحیح اسلامی تعلیمات کا ابلاغ اعلیٰ صحافتی معیاروں کو پورا کرتے ہوئے کرے اور جہاں کہیں باطل اپنے ناپاک عزائم میں کام یاب ہوا ہے یا اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہا ہے، اُس کا خاتمہ کر کے وہاں اسلامی قدروں کو آجا کر کرے۔

اوہیل! ”دائر الاسلام“ اُن اصحابِ علم کی نگارشاتِ قلم کے تحفظ کا فریضہ کفایہ ادا کر رہا ہے جن کی نسبت حدیث مصطفیٰ ﷺ میں ہے: ”وَرَدَنَ حَبْرُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَوَجَّحَ عَلَيْهِمْ“۔ (خلیب من ابن عمر رضی اللہ عنہما) ”علمائے قلم کی روشنائی کو شہداء کے خون سے وزن کیا گیا تو وہ اُن پر بھاری پڑ گئی۔“

(المجامع المفیر 2/ 571، رقم الحدیث: 9619)

اہل اسلام سے اپیل کی جاتی ہے کہ ”دائر الاسلام“ کے ساتھ مل کر دینِ متین کی بہترین اشاعت و ترویج کے لیے اپنی حلال کمائی کا کچھ نہ کچھ حصہ لٹریچر کو عام کرنے میں صرف کریں! یقیناً یہ کام آپ کے مالی تعاون اور عزت افزائی کے بغیر ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ دردور ہے جس کے بارے میں آخر الزماں ﷺ پیشین گوئی فرما چکے ہیں کہ ”آخری زمانے میں دین کا کام بھی درہم و دینار کے بغیر نہیں چلا کرے گا۔“ (کشف الظہار 2/ 366، رقم الحدیث: 3269)

موجودہ حالات میں اس سلسلہ خیر و برکت کو آگے بڑھانے کے لیے علم و دوست مشائخ، علماء، طلباء، اُمراء، مہتممینِ ادارات و منتظمین محافل کو خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ادارہ اُمید و لاتا ہے کہ اگر عوام و خواص شجرہ تحقیق کی اہمیت کو سمجھ کر اس میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیں تو ہماری علمی حالت جو پچھلے کچھ عرصے سے باعثِ خفت بنی ہوئی ہے ان شاء اللہ بہت جلد اس طرف بھی ایک نیا جہان آباد ہو جائے گا۔

”دارالاسلام“ کی تراش علمیہ

- 1- ائمہین مع تنقید و تبصرہ 2- ارشاد 3- نزهة المقال فی لحيۃ الرجال
مصنف: فخر المصطفیٰ جامع المقتول والمعتول پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی 1358ھ/1939ء) سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
- 4- شرح المرقاة (شرح شمس العلماء)
لشمس العلماء المولوی محمد عبد الحق العمری الخیر آبادی
وہیلہ: رسالہ فی الوجود الرباطی للشیخ ابن محمد برکات أحمد التونی رجمہما اللہ
عواہی غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح: مولانا تقی میر احمد رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- 6- امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: ایک جمہ جہت شخصیت: کوثر نیازی (سابق وزیر امور مذہبی)
مع: محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا پیغام
- 7- اباحت ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، محسن: مولوی فقیر محمد چلمی رحمۃ اللہ علیہ
تحقیق و تہمیل: پروفیسر مولانا خورشید احمد سعیدی (یکچر رائٹرز نیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)
- 8- الروض المجد (ودعة الوجود): علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی
- 9- علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات: خوشتر نورانی علیگ (مدیر اعلیٰ ماہنامہ ”جام نور“، دہلی)
- 10- حیات استاذ العلماء مولانا یار محمد بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ غلام رسول سعیدی
- 11- عربی محاورات مع ترجمہ و تفسیرات: مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی زیر طبع
- 12- رسائل (خیر الامصار، السہ الفروید فی العارف الخیر، حفظ التین عن السوس الدین)
مولانا خیر الدین خیرورنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابو الکلام آزاد) مع: حالات از راجا رشید محمود //
- 13- کمیات کافی: سلطان نعت گو یاں حضرت مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
مع تذکار حیات و کمالات (نثریات و نظریات) جمع و تحقیق: محمد رضا الحسن قادری //
- 14- سیرۃ الصدیق: نواب منذر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ //
- 15- امتیاز حق: راجا غلام محمد (صدر ادارہ ابطال باطل، لاہور) //

میسز و مدیر:- خادم العلم الشریف محمد رضا الحسن قادری غفرلہ 0321-9425765

razaulhassanqadri@gmail.com

www.facebook.com/Razaulhassan Qadri